Title - INTIKHAB NADIRAH (MAROOF BA) HIKAYAAT MUSHAYRA -O- MUNAZIRAH

Author - Murattiba Munshi Devi Parshad Bishash

Publisher - Matba Munshi Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1917.

Pages - 120

Subject - Urdu Adab - Intikhab Kalaam Shora o Mushayre.
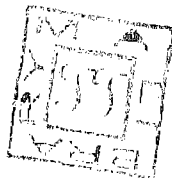
انتخاب نادرہ

(معروف بہ)

حکایات مشاعرہ ومناظرہ

جسمین عمدہ عمدہ معنی خیز و ظرافت آمیز لطیفے اور فی البدیہہ فارسی اشعار
شعرائے شیوا زبان و شیرین بیان و علماء سلف کے درج ہین

مرتبہ و مولفہ

منشی دیبی پرشاد صاحب بشاش مصنف کتب مختلفہ و منصف راج مارواڑ

بار دوم

باضافہ مضامین و نظر ثانی مولف ممدوح

باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپا
۱۹۱۷ع

فہرست کتب مصنفۂ و مؤلفہ منشی دیبی پرشاد صاحب مؤلف کتاب ہذا

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	آثار الشعرائے ہنود۔ سات سو سے زیادہ اُردو گو ہندو شاعروں کا حال و کلام۔	ع/
۲	میزان عدالت۔ قدیم راجگان و بادشاہان کے تواریخی عدل و انصاف کا مجموعہ۔	۶/
۳	نوشیروان نامہ۔ سوانح عمری نوشیروان عادل۔	۴/
۴	نفائس التواریخ۔ حالات حکمائے سلف یونان و مصر و روم و ہند و ایران وغیرہ۔	۴/
۵	جغرافیہ و تواریخ راج مارواڑ۔	۵/
۶	نصیحت نامہ۔ رائے بہادر منشی ہردیال سنگھ صاحب۔	۵/
۷	تاریخ تزک ہند۔ مختصر حالات ہندوستان مہابھارت کے بعد سے انگریزی عملداری تک۔	۲/
۸	تفریح الطلبا۔ مفید تعلیم اطفال مروج مدارس گورنمنٹ۔	۳/
۹	سوانح عمری۔ راجہ بیربر مصاحب دانشور اکبر بادشاہ مع تصویر۔	۲/
۱۰	مختصر سوانح عمری۔ اکبر بادشاہ مع تصویر	۱/
۱۱	سوانح عمری رانا رتن سنگھ و بکرماجیت و بن بیر با تصویر۔	۳/
۱۲	سوانح عمری با تصویر مہارانا اودے سنگھ بانی شہر اودے پور معاصر اکبر بادشاہ۔	۴/
۱۳	سوانح عمری مہارانا پرتاب سنگھ والی اودے پور با تصویر۔	۲/
۱۴	سوانح عمری۔ راجہ پرتھی راج و پورن مل و راج سنگھ و آسکرن و بھیم و بھارمل و بھگونت داس و راجگان کچھوا ہا امیر با تصویر۔	۴/
۱۵	سوانح عمری۔ راو مالدیو رئیس اعظم مارواڑ با تصویر۔	۱/
۱۶	سوانح عمری۔ راو بیکا جی خلف راو جودھا جی بانی بیکانیر	۴/

انتخاب نادرہ

رزمانے باسمی شیرازہ الفت مبتدا		نسخہ آوردہ ام از انتخاب روزگار

شائقین سخن کی خدمت مین آج ایک نادر تحفہ پیش کیا جاتا ہے جو میری
رت العمر کی کتب بینی کا نتیجہ ہے۔ میری عادت قدیم سے یہ رہی ہے کہ جس
تاب مین جو بات پسند آئی لکھ لی اسطرح لکھتے لکھتے ایک بڑا ذخیرہ ہر
یک قسم کی معلومات کا جمع ہوگیا ہے۔ اوسی مین سے یہ خوبصورت گلدستہ بدیہ گو
شاعرون کی جدت فکر و نزاکت خیال کا ہے مین اسکی زیادہ کیا تعریف
رون سخن سنج ناظرین خود اسکی خوبیون کو سمجھ لین گے اور اون سخن پیوند و
کتہ پرداز حضرات کی شدبن سخنی اور معنی آفرینی کی داد دینگے کہ جنکے کلام سحر نظام
کے سلسلہ سلاست سے اسکا شیرازہ باندھا گیا ہے وہ انتخاب توکئی گذشتہ سالون مین
ہوا تھا مگر یہ انتخاب نادرہ جو اپنے تاریخی نام سے اسم بامسمی ہے بلکہ اوسی
کا ایک منتخب نسخہ ہے اسی سال سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ہوا ہے اور اس کی فروعات
کی تفصیل معہ تاریخ تسوید درج ذیل ہے۔

انتخاب اول   از تواریخ مرآۃ العالم
انتخاب دوم   از تواریخ فرشتہ
انتخاب سیوم   از مفتاح التواریخ۔ ماہ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء

انتخاب چہارم — از تواریخ روضۃ الصفا اگست سنہ ۱۸۷۳ء
انتخاب پنجم — از کتاب محامد حیدریہ — ایضاً
انتخاب ششم — از جلد اول تاریخ قاچاریہ — ایضاً
انتخاب ہفتم — از جلد دویم ناسخ التواریخ ایران ماہ جون سنہ ۱۸۷۵ء
انتخاب ہشتم — از خزانہ عامرہ ماہ اگست سنہ ۱۸۷۵ء
انتخاب نہم — از تذکرۃ آتشکدہ آذر اپریل سنہ ۱۸۷۶ء
انتخاب دہم — از تاریخ طبقات ناصری سنہ ۱۸۹۰ء
انتخاب یازدہم — از تاریخ گزیدہ سنہ ۱۸۸۳ء

سہو و خطا کے لئے تمنائے عفو و عطا ناظرین پرفہم و ذکا سے ہے فقط بندہ دیبی پرشاد

انتخاب اول از تواریخ مرآۃ العالم

فی البدیہہ ایک دن سلطان طغانشاہ سلجوقی چوسر کھیل رہا تھا ہر چند کہ ششش پانسہ سے مانگتا تھا مگر سہ یک آتا تھا اس سے بہت رنجیدہ ہوا ازرقی شاعر نے یہ رباعی کہہ کر اس کو خوش کیا۔ رباعی

گر شاہ سہ شش خواست سہ یک نقش فتاد	تا ظن نہ بری کہ کعبتین داد نہ داد
ششش چون نگریست حشمت حضرت شاہ	از ہیبت شاہ روے بر خاک نہاد

فی البدیہہ ادیب شاعر سلطان سنجر کے ندیموں میں سے تھا ایک دن جب کہ برف اور جاڑہ خوب پڑ رہا تھا رشید الدین وطواط اسکے دروازہ پر گیا اور دربان سے سنا کہ وہ گھر میں نہیں ہے تو رشید نے یہ بیت لکھکر حاضرین کو سنائی بیت

آنکس کہ برون رود درین روز	غیر از زن قحبہ بگو دگر کیست

نوٹ انتخاب دوازدہم تواریخ تحفۃ الکرام کا جو سنہ ۱۸۹۵ء میں ہوا تھا۔ اس طبع ثانی میں اور بڑھایا گیا ہے فقط

ادیب گھر ہی مین تھا اُسنے غرفہ سے سر نکالکر رشید کو جواب دیا۔

من در حرم سرا سے خویشتم ۔۔۔ پیداست کہ در برون در کیست

لطیفہ۔ ابو اسحاق اطعمہ حلاج امیر تیمور کے پوتے سلطان سکندر کے مجالسیون مین سے تھا اُسکی ڈاڑھی بہت لمبی تھی ایکدن کچھ عرصہ بعد بادشاہ کی بزم مین آیا بادشاہ نے پوچھا مولانا کہان رہتے ہو کہا اے سلطان ایکدن تو حلاجی[1] کرتا ہون اور تین دن ڈاڑھی سے روئی نکالتا ہون۔

لطیفہ۔ الف ابدال سلطان آق قوینلو کے مصاحبون مین سے تھا بعد فوت سلطان مذکور کے اصفہان مین رہنے لگا تھا جب شاہ اسمٰعیل صفوی نے اصفہان پر قبضہ کیا اور وہان کے باشندون کو تحصیل زر کے لئے تصدیع دیا تو الف ابدال بھی سزاول شاہی کے پنجہ مین گرفتار ہوا سزاول ہر چند اس سے روپیہ مانگتا تھا اور ڈنڈے مارتا تھا مگر وہ یہی کہے جاتا تھا کہ الف ہیچ ندارد جب یہ لطیفہ شاہ کی محفل مین مذکور ہوا اور شاہ نے اوسکو بلاکر پوچھا کہ ہمارے واسطے بھی کچھ کہا ہے تو اُسنے فوراً یہ مطلع پڑھا۔

تاج شاہی کہ شرف بر سر قیصر دارد ۔۔۔ ہر کہ این تاج ندارد تن بے سر دارد

شاہ نے فرمایا کہ یہ تو خوشامد کرتا ہے امیر اسکے نے یہ فی البدیہہ کہا۔

در رہ حکایت و نہ جائے شکایت است ۔۔۔ شاہے چنین بعمر کہ ہرگز نیاید رست

لطیفہ۔ امیر تخلص مرزا جلال صاحب فضل و کمال تھا اور شاہ عباس ماضی

[1] حلاجی روئی پیجنا [2] یعنی الف خالی [3] سلطان روم

تنبیہ اس کتاب مین اکثر الفاظ و اشعار فارسی کی ترجمہ اس لئے نہین کی گئی ہے کہ اول تو وہ چندان مشکل نہ تھے دوسرے بالکل آسان ہوجانے سے طلبا کی طبیعت پر زور نہین پڑ سکتا۔ ۱۲

والی ایران کی دختر اُس سے منسوب تھی۔ جب شاہ صفی تخت نشین ہوا تو اس نے
فرط غیرت سے مرزا کو اپنی زوجہ سے جدا رہنے کا حکم دیدیا ایک دفعہ شاہ
قزوین مین گیا مرزا کی زوجہ بھی وہان رہتی تھی۔ جب شاہ دوسرے مرزاؤن
کے واسطے منزل مقرر کر چکا تو اسیر مرزا جلال سے بولا کہ تم بھی جس جگہ کہ
جی چاہے اوتر جاؤ مرزا نے خوش طبعی سے عرض کیا کہ اگر گھر سے بہتر
کوئی جگہ ہو تو وہان اترنے کا حکم ہو جاوے شاہ نے ہنسکر اس کو گھر جانے
کی رخصت دیدی۔

فی البدیہہ عنایت خان آشنا تخلص شاہجہان بادشاہ کے امیرون مین
سے تھا بادشاہ نے اسکو سرمد برہنہ کے اوضاع و اطوار کی جانچ کرنے
کو بھیجا اُسنے دیکھ کر وقت عرض یہ بیت فی البدیہہ کہی۔

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است	کشفے کہ ظاہر است ازو کشف عورت است

لطیفہ اظہری ایک نابینا شاعر تھا اور شیدا جو ایک اور شاعر تھا اُس کے
شعرون مین دخل دیا کرتا تھا اسواسطے جس مجلس مین وہ ہوا کرتا تھا۔ اظہری
اپنے شعر نہین پڑھتا تھا ایکدفعہ کئی شاعرون نے جمع ہوکر اظہری کو مجبور
کیا کہ اپنی منظومات مین سے کچھ سنائے اُس نے کہا کہ ابر و گوش (شیدا)
تو یہان نہین ہے اُنھون نے کہا کہ جو ہین سب آپ کے نیازمند ہین
تب اظہری نے یہ مطلع اور مقطع پڑھا ؎

دیدہ را بہر رخ زیبائے تو حیران کردم	عشق بر آنکہ بیان دیدہ چہ احسان کردم
خواہ با اظہری و خواہ بہ بیگانہ گفتن	مست آن شیر ہم ترا بر تو نگہبان کردم

شیدا موجود تھا بول اُٹھا واہ مخدوم خوب فرمایا۔ ہندی کی مثل ہے زن نابینا

لہ یہ اس ہندی مثل کا ترجمہ ہے اندھے کی جورو کا خدا حافظ

رانعہ انگبان —

لطیفہ اظہری تخلص مرزا ابراہیم ایران کے سیدون مین سے بہت ذکی اور ذہین تھا ایکدن اعتماد الدولہ خلیفہ سلطان مشہور کی محفل مین بھنگ پینے لگا خلیفہ نے بیدماغ ہوکر کہا کہ اسے دیوانہ برابر من بھنگ منخوری اُشنہ کہا دو برابر شد

فی البدیہہ اسیر لاہوری کو ایک لڑکے سے محبت تھی ایکدفعہ وہ اسیر کا ہاتھ اپنے چہرہ کے نیچے رکھکر سوگیا۔ جب بیدار ہوا تو پنجہ کا نشان اُس کے عارض پر نمایان تھا اسیر نے دیکھکر یہ مطلع کہا۔

دست تا بر روی کے خود دیا زرہ شیخ نوشت	عارضش از نشان آن پنجہ آفتاب شد

صلہ سخن فہمی بساطی سمرقندی کی بہت رات کو سلطان خلیل کی محفل مین تیز بھی گئی سلطان نے نہایت خوشدل ہوکر بزم نشاط آراستہ کی اور بساطی بلاکر بہت کچھ اظہار تلطف فرمایا اور دو ہزار دینار عنایت کرکے اپنے مقربون مین داخل کیا۔

دل رخنہ پیشمان تو ہر گوشہ پیوند شش	مستند مباد اکہ بنا گوشہ شکند دش

کیا رہ سخن فہمی بنائی شاعر نے جو ہرات مین رہتا تھا ایک قصیدہ امیر علی شیر کی تعریف مین کہا تھا جب اسکا صلہ موافق منشا کے نہ ملا تو اسی قصیدہ کو سلطان احمد مرزا کے نام پر کردیا جو ہرات کے شاہ سلطان حسین بایقرا کے رشتہ دارون مین سے تھا امیر علی شیر اس بات سے ناراض ہوکر درپے آزار بنائی کے ہوا بنائی نے اطلاع پاکر یہ قطعہ موزون کیا

دختر اپنا بکیست کہ شد	ہر کسی را بشوہری دادم
آنکہ مسلول بیش ازا ستمی بود	در دگر قسم بدیگری دادم

اجیلی شیر شادی نہ کرنے سے عنی مشہور ہوگیا تھا اس لئے اس قطعہ کو سنکر اسقدر برہم ہوا کہ بنائی کی جان لینے کا قصد کیا جس سے اس کو گھر بار چھوڑ کر ماورالنہر جانا پڑا ۔

صلۂ سخنگوئی ۔ جب ظہوری اور ملک قمی نے مخزن کے جواب میں کتاب بناکر ایک شتر بار زر عادل شاہ بیجاپوری سے حاصل کیا تو ذہنی شاعر نے جو شاہ کے پاس رہتا تھا یہ رباعی کہی ۔ **رباعی**

در مدح و ثنا بیتے اے شہنشاہ دکن — سعدی رم و ار گر تنگ تخم سخن
پسند ز بہر یک شتر زر گیرم — خون دو ہزار بیت ابر گردن

عادل شاہ نے اس رباعی کے صلہ میں اس کو بھی اسیقدر روپیہ دیا ۔

شعر لاجواب ۔ رضی دانش شاہجہان کے عہد میں وارد ہندوستان ہوا تھا یہ بیت اسکی مشہور ہے ۔

تاک را سرسبز دار اے ابر نیسان در بہار — قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

شعرائے ہمعصر نے ہر چند فکر کی ۔ مگر کوئی اس خوبی سے کچھ نہ کہہ سکا ۔

فی البدیہہ سلطان ساہجی نصیبان توران سے امیر حسن تو یان کا مقرب تھا اور سبب اس تقرب کا یہ ہوا تھا کہ ایک دن امیر تیر اندازی کرتا تھا اور اسکا غلام سعادت تیر اٹھا اٹھا کر لاتا تھا سلطان نے اس پر یہ فی البدیہہ اشعار کہکر امیر سے عرض کیے تھے ۔

شہا تیر در بند تدبیر تست — سعادت دوان در پی تیر تست
بعہدت ز کس ناوکے برنخاست — بغیر از کمان در جہاں کژ و راست
کہ در عہد سلطان صاحبقران — نکردہ کسے زور جز بر کمان

ساہجی کو نبالہ بھی بعض نسخہ میں ہے ۔

صلہ بدیہہ گوئی شاہ کبود جامہ ایک شاعر تھا۔ بادشاہ نے اُس پر خفا ہوکر حکم دیا کہ سر کاٹ لاوین مگر اُس نے سپاہیون کو فریفتہ کرکے یہ بات قرار دی کہ اُس کو زندہ سلطان کے پاس لیجاوین ایک دن جبکہ ایک شاہانہ مجلس آراستہ ہوئی تھی سپاہیون نے شاہ کے حضور مین پیش کیا بادشاہ اُس کو دیکھکر بھڑک اُٹھا اور اُس نے اُن سپاہیون کو بھی سیاست کرنے کا ارادہ کیا شاہ کبود جامہ نے فوراً یہ رباعی کہہ اپنی اور اُنکی جان بچائی ۔ رباعی

من خاک تو در چشم خرد می آرم | عذرست نہ سیکہ زدہ نہ صدقی آرم
سر خواستۂ بدست کس نتوان داد | نے آیم و بر گردن خود می آرم

ایضاً شکیبی خانخانان کے پاس رہتا تھا اُسکے نام پر ساقی نامہ لکھکر اُس نے اٹھارہ ہزار روپیہ صلہ پایا تھا لیکن پھر اُس سے ناراض ہوکر جہانگیر بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایران جانے کی رخصت چاہی بادشاہ نے فرمایا کہ مولوی بایستے کہ بموجب تخلص خود چندروز می شکیبید و از ما نمی کبید شکیبی نے زمین ادب چومکر یہ رباعی عرض کی رباعی

گفتی بہ شکیبی کہ ز ما نشکیبد | سیتے کہ ز جملہ و عالم نشکیبد
حد نیست مرا کہ گویم این بہتان است | گویند بسگ کہ از در ما نشکیبد

بادشاہ نے خوش ہوکر یہ رباعی اپنی بیاض خاصہ مین لکھ لی اور اُسکو دہلی کی صدارت عنایت کی ۔

قدر سخن ایک دن سلطان خواجہ کے بیٹے تحسین نے یہ رباعی جہانگیر بادشاہ کے روبرو پڑھی ۔ رباعی

گر موے کہ تیر از طرف دامان بریزد | آب از رخ شرمندہ سلیمان بریزد

گر خاک درست با متحان افشارند	از روئے عرق جبین شاہان ریزد

اسوقت معتمد خان مؤلف اقبالنامہ جہانگیری نے بھی اسی قبیل سے یہ رباعی عرض کی: رباعی

ہر دم بفراق خود چسانی کہ چہ شد	خونریزی داشتین فشانی کہ چہ شد
اے غافل ازانکہ تیغ ہجر تو چہ کرد	خاکم بفشار تا بدانی کہ چہ شد

بادشاہ نے خوش ہوکر دونوں رباعیوں کو اپنی بیاض خاصہ میں قلمبند کرلیا
لطیفہ: پھر ایک دفعہ غزالی شاعر شیراز میں گیا ان دنوں ایک غزل کی طرح
ہوئی تھی غزالی کے دانتوں میں درد تھا اُس سے غزل کہنے میں دیر
ہو گئی تو عالمی کور شیرازی نے جو لطیفہ گوئی میں جواب نہیں رکھتا تھا یہ قطعہ
اُس کے واسطے کہا: قطعہ

غزالی آن سخن پرداز کاندر شاعری خود را	چنان داند کہ شاگردند خاقانی و سلمانش
بشیراز آمد و وقتے کہ شعرے درمیان افتاد	بہر امتحان تکلیف فرمودند یارانش
بہانہ درد دندان کرد زبان بست در سخن کردن	اگر خواہد کہ گوید شعر باید کند دندانش

لطیفہ: فغفوری گیلانی اپنے وطن سے قندھار میں آکر وہاں کے صوبہ دار مرزا
غازی ترخان کے پاس رہتا تھا جو اس کے اوپر بہت مہربانی کرتا تھا لیکن ملا
مرشدی اور راسدی جو مرزا کے مصاحب تھے اُسکے شعروں میں عیبا
دخل دیا کرتے تھے اس لیے وہ ناراض ہو کر لاہور میں چلا آیا مرزا نے
اُسکے چلے جانے سے رنجیدہ ہو کر اُسکے بلانے کے لیئے خط لکھا اور مرشدی
و اسدی نے بھی اس کے کہنے سے معذرت نامے بھیجے فغفور نے جواب
میں انکو یہ رباعی لکھی: رباعی

آن جیفہ کہ در جنگ دو کرگس باشد	جیفت است کہ لوث دامن کس باشد

خر را طلب شاخ زیادت طلبیست — بایکسر خرد و گوش خر بس باشد

لطیفہ۔ فنائی شاعر نے ایکدن اکبر بادشاہ کے حضور مین کہا کہ یہ تین شین شعر و شمشیر و شطرنج کے کوئی مجھ سے نہین لیگیا ہے بادشاہ نے فی البدیہہ کہا کہ چوتھا شین شیطانی کا بھی ہے :

فی البدیہہ۔ امیرزادہ ابراہیم خسروان شاہ نے کاتبی نیشاپوری سے ایک قصیدہ کی فرمایش کی جسکی ردیف گل ہو۔ کاتبی کہکر سنانے لگا تو امیرزادے نے اُس سے سکونت پوچھی اُس نے قصیدہ کہتے کہتے فوراً یہ شعر پڑھا : ؎

ہجو عطارہ از گلستان نشاپورم شدے — خار صحرائے نشاپورم من و عطار گل

اُسی اثنا مین امیرزادہ نے باز اپنے ہاتھ پر لیلیا تو کاتبی نے اُسکے بارہ مین بھی یہ شعر پڑھ دیا۔

زہرہ ابریشم دہد از چنگ تا دوزد وبیل — باز داران ترا بر بلہ بلقبا رہ گل

امیرزادہ نے دس ہزار دینار اس قصیدہ کے صلہ مین عنایت کیے اس عالی ہمت نے وہ سب غریبون کو تقسیم کر دیے دوسرے دن کچھ آدمی اسکے مہمان ہوے تو آٹے کی قیمت بھی موجود نہ تھی اس حالت مین اس نے یہ قطعہ کہا : قطعہ

مطبخی تا دست طلب کردم کہ بغرا سے پزد — تا شو دزان آتش کار ما و مہمان ساختہ
گفتہ لحم و دنبہ گر یابم کہ خواہد داد آرد — گفتم آن کو آسیائے چرخ گردان ساختہ

لطیفہ۔ مرزا کامران والی قندہار جو ہمایون بادشاہ کا بھائی تھا جبکہ اپنے بھائی سے شکست کھا کر ہندوستان مین شیرشاہ کے بیٹے سلیم شاہ کے

سلہ بلاؤ ایک قسم سلہ آٹا ۱۲

پاس آیا تو پٹھان لوگ اُس کو دربار مین آتا ہوا دیکھکر کہا کرتے تھے کہ سودھو آیا اس سے مرزا کو بہت شرم آتی تھی ایکدن اُس نے سلیم شاہ کے روبرو اُسکے ایک مصاحب سے پوچھا کہ سودھو کرامی گویند اُسنے کہا کہ مرد عظیم الشان کو کہتے ہین مرزا نے کہا بس سلیم شاہ خوش سودھو است سلیم شاہ نے شرمندہ ہو کر منع کر دیا کہ پھر کوئی یہ الفاظ نہ کہے۔

فی البدیہہ - ایک دن سلیم شاہ نے مرزا سے شعر پڑھنے کو کہا اُسنے فی البدیہہ یہ مطلع پڑھا۔

گردش گردون گردان گردنان گرد کرد	بر سر اہل تمیز این ناقصان را مرد کرد

لطیفہ - ایکدفعہ سلیم شاہ نے بطور مذاق مرزا سے پوچھا کہ کیا تمھاری عورتین بھی مثل تمھارے سر منڈاتی ہین مرزا نے جواب دیا نہین ہماری عورتین تمھاری طرح سر پر بال رکھتی ہین:

لطیفہ - طالب کلیم شیدا اور محمد جان قدسی کا ہمسر تھا جبکہ شاہجہان بادشاہ نے قدسی کو روپیون مین تولا تو طالب نے کہا کہ شخصے را کہ از خلق باید کشید بزر کشید ند آخر وہ بھی روپیون مین تولا گیا۔

نقل عجیب - لطف اللہ نیشاپوری کم نصیبی مین شہرت رکھتا تھا - ایکدن فصل بہار مین بڑی محنت سے چند کبوتر اُس کے ہاتھ لگے جنکا اُس نے متنجن پکایا اور ایک شیشہ شراب کا بھی کہین سے لایا اور ایک جوان کے بلانے کو گیا جس سے اُس کو محبت تھی تاکہ اُس کے ساتھ خورد و نوش کرے مگر یار لوگ اس کی واپسی سے پہلے ہی دیوار پھاند کر اُس باغ مین جا پہونچے اور متنجن کھا کر الگ جا چھپے اور دیگچے مین دو زندہ کبوتر ڈالکر سرپوش ڈھانک گئے - جب وہ اپنے دوست کو

سے کر آیا اور ہتھنی نکالنے لگا تو جون ہی سرپوش کھولا وہ کبوتر مجمر سے اڑ گئے یہ عجیب ماجرا دیکھکر بیچارہ نے نہایت بیتابی سے آسمان کیطرف منھ کیا اور کہا خدایا این خوارق عادت بفرعون و شداد بایستے نمودن زیادہ ازین ایمان دارم ؛

کہتے ہین کہ ایک دن وہی لطف اللہ ایک عمدہ دستار باندھکر کہین جاتا تھا قضارا آندھی آئی اور وہ دستار اُس کے سر سے اُڑ لے گئی بیچارہ آسمان کیطرف دیکھنے لگا جب پگڑی نظر سے غائب ہوئی تو یہ باتی کہکر صبر کر بیٹھا رباعی

فریاد ز دست فلک بے سروتن	کاندر ربر من نہ نوکز اردو شرکہن
با این ہمہ من ہیچ سنے آرم گفت	گر بر تر از این کند کہ گوید کہ مکن

فی البدیہہ معزی نسائی معز الدین ملک شاہ کی خدمت مین رہتا تھا اسکا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ ایک دفعہ کے سن لینے سے بڑے بڑے قصیدے یاد کر لیتا تھا کہتے ہین ایکدفعہ سلخ رمضان کو بادشاہ ہلال عید کی تلاش مین تھا کہ ناگاہ اُسکی نظر چاند پر پڑی اور معزی سے کہا کہ کوئی شعر مناسب حال کہہ معزی نے اُسی وقت یہ رباعی کہی ؛

اے ماہ نو کمان شہریاری گوئی	در گوش سپہر گوشواری گوئی
نعلے زدہ از زر عیاری گوئی	با ابروے آن طرفہ نگاری گوئی

بدیہہ مانی شیرازی کو شاہ اسمٰعیل صفوی سے دلی محبت تھی ایک دن شاہ نے پوچھا تو اس نے سچ سچ جو حال تھا وہ کہدیا شاہ نے مہربانی فرمائی مگر وقت رخصت مانی نے بے ادبی کر کے شاہ کی ساق چوم لی چغلخوروں نے طعنہ دے کر شاہ کو اس بات پر مستعد کیا کہ اُس نے

نامی کے سینہ پر ایک تیر مارا۔ نامی نے زخم کھا کر مرتے مرتے یہ شعر کہے:

ہر ابلہم باشتی طرح داد این بود	زیبا و شاہی حسن تو ام مراد این بود
سر جدا کندہ از تن بیچاک راہ نشاد	سمند ناز تو ہر جا کہ پا نہاد این بود

رباعی امیر علی شیر۔ امیر علی شیر جو سلطان حسین مرزا والی ہرات کا وزیر اور مرجع ارباب فضل و مربی اہل کمال تھا۔ ملا جامی سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ جب کہ ملا جامی سفر حجاز اور شام سے مراجعت کرکے واپس آئے تو امیر علی شیر نے جو نوائی تخلص کرتا تھا۔ یہ رباعی کہہ کر انکو سنائی:

انصاف بدہ اے فلک مینا فام	تا زین دو کدام خوب تر کرد خرام
خورشید جہانتاب تو از جانب صبح	یا ماہ جہانگیر من از جانب شام

اشعار نامی۔ نامی تخلص میر معصوم ساکن بھکر اکبر بادشاہ کے امیروں میں سے تھا اُس کو ایک دفعہ بادشاہ نے ایلچی کر کے شاہ عباس کے پاس بھیجا وہ ہندوستان سے۔ ایران تک اثنائے راہ میں تمام جگہ پہاڑوں اور مسجدوں پر اپنے شعر کھودتا گیا۔ یہ شعر اُسکے ہیں۔

چون گریہ من دید نہان کرد تبسم	پیدا است کہ این گریہ من با اثر ہست
وا دید پیام بقاصد من خندہ کنان	ظاہر است از سخن او اثر خندہ ہنوز

میر معصوم کے یہ کتبے مختلف مقامات پر اب بھی موجود ہیں کچھ تو خود میں نے دیکھے ہیں اور کچھ کی نقلیں میرے پاس آئی ہوئی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتبوں کے نیچے اسکے بیٹے میر بزرگ نے میر معصوم کے اشعار لکھوائے ہیں اور کچھ عبارت اپنی طرف سے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ ناگور میں جو شیخ حمید الدین ناگوری عرف سلطان التارکین کا مقبرہ ہے اسکے دروازہ پر جانب چپ اندر کی طرف یہ کتبہ میر بزرگ کا ہے۔

عن سلیمان علیہ السلام اعظم المصائب فوت الوقت بلا فائدہ حررہ العبد
میر برہنگ بن میر محمد معصوم النامی تخلصاً والبکری سکناً و ترمذی
اصلاً والحسینی نسباً کان ماذلک فی سنۃ ثمانیۃ والف ۱۰۰۸ در دوسرے
پتھر پر یہ کندہ ہے :-

نامی بکشا چشم بصیرت دریاب | بینا دزانہ ہمچو نقشے است بر آب
با تو گویم حقیقت دنیا چیست | بیداری یک زمان و باقی ہمہ خواب

جانب راست اندر کی طرف اوسی دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔

در جہان در نظر دیدہ وران مختصر است | ہر کہ بر بست ز زر چشم طمع دیدہ دوخت
تا تو دیدی عہد بدہ مہر و وفا بربستی | نامی دل شدہ را دیدہ بدیوار و درست

بعد از فتح دکن اعلیحضرت بندہ را بجانب عراق رخصت فرمودند العبد محمد معصوم
۱۰۱۵ در حین مراجعت از ایران در ملازمت نواب میر معصوم نامی در اینجا
رسیدہ و این چند بیت از خمسہ ایشان کہ در نیولا باتمام رسانیدہ بودند
تحریر نمودہ در ۱۰۱۵۔

از معدن الافکار

بحر ز گرداب تو شد کاسہ گرد | تا نمے از جود تو یابد بگرد

از حسن ناز

قوت لعل آن سرچشمۂ نوش لب | شدہ سرگرم چون ذرہ بینا گوش

از اکبر نامہ

بہ گلچینی آن گلستان شدم | سراپا صبا وار دامان شدم

از پری صورت

حسن است درهم خریده او | خوبی گل آفریده او

از خمسهٔ تحیره

هست بر نامت ابتدا ای همه | تو آغاز و انتها ای همه

شہر ناگور کے باہر ایک مزار کے ستون پر یہ کتبہ ہے:

گویند بود فاتحه را فاتحه | زان فاتحه بخش نکهت رایحه
بر روح گزشتگان فرست اخلاصی | محتاج دعا ہم بخوان فاتحه

حرره میر بزرگ سشنله ہجری

ایک اور ستون پر یہ ابیات نامی کندہ ہیں۔

تو خفته بر راه و کاروان تیز | بنشین و چو گرد باد برخیز
نامی چه نشسته درین راه | سے نہ قدمے دراز و کوتاه

جیسلمیر کی مسجد میں درجہ بیرونی پر یہ کتبہ ہے۔

میر معصوم آن سیادت منزلت | ساخت اینجا از پئے برنا و پیر
سال تاریخش چو جستم از خرد | در زبان گفته بنائے دلپذیر
جام از مے عیش تا که کام افتاده | زین مجلس باده تا تمام افتاده
بنگر ز حریفان می و جام افتاده | مستانه بخواب سر کدام افتاده
اے آنکه تو چون باد صبا ہم گذشت | گر سوئے چمن خرامی و گه سوئے دشت
چون زیر زمین جائے تو گردد دانی | تا در ته خاک بر سر ما چه گذشت
گویند بود فاتحه را فاتحه | زان فاتحه بخش نکهت رایحه
بر روح گزشتگان فرست اخلاصی | محتاج دعا ہم بخوان فاتحه
هان نامی هان بخویش یکدم پرداز | مردانه بساز توشهٔ رفتن ساز
داری ره پیش و بس ره دور و دراز | ای کاش امید آمدن بودے باز

ز دست شیشه چرخ سنگ بر ساغر ما
خون شد چو انار دانه دل در بر ما
ای تازه و تر شگفته مانند گل
بنگر سوی اوراق پراگندهٔ گل

گر دست نه نشسته بود بر افسر ما
اکنون بنگر خاک سیه بر سر ما
ایام بقای زندگانی ما را
چون گریه شبنم است چون خندهٔ گل

اندر رسکے در حجرہ

در شهور سنه هزار و هشت هجریه که بندگان خلافت پناهی ظل الهی
جلال الدین محمد اکبر بادشاه خلد الله ملکه ابداً نواب سیادت پناه
فصاحت و بلاغت دستگاه امیر محمد معصوم النامی تخلصاً والبکری
منگنا ولد سید صفائی الترمذی آباً و ابن سید شیر قلندر بن بابا حسن
ابدال جدّاً از خدمت قندهار طلب فرموده بودند در حین نزول بدین
مقام بنای این بقعه خیر نهادند
حرره العبد میر بزرگ ولد امیر محمد معصوم

نامی بگشا چشم بصیرت دریاب
با تو گویم که حاصل دنیا چیست
شد بهتر از ناله کوتاه نفس
از ضعف چنان شدم که اندر دم مرگ
نامی من از این دهر پشیمان رفتم
بودم دو هزار آرزو در دل و پیش
ما آمده بودیم درین باغ بگشت
چون نرگس پر خمار ناگه از خواب
قدم بردار نامی وقت کار است

بنیاد زمانه هیچ نقشی است بر آب
بیداری یک زمان و باقی همه خواب
بی ناله لب نمی برد راه نفس
بیرون نرود بی مدد آه نفس
ناچیده گلی ازین گلستان رفتم
ناکرده یکی از دو پایان رفتم
چون ابر بروی سبزه چون باد بدشت
تا چشم گشادیم همه عمر گذشت
که شخص عمر بر سر سودا نشست

بیا بگذر ازین زال جهان نام — که ناکامی است از وی حاصل کام
تا کی ز خرد دوش دلم کرد سوال — کز رفته و آینده بیان کن احوال
گفتا چه خبر ز رفتگان نیست اثر — آینده چو رفته دان چه می پرسی حال

بندگان حضرت اعلی بایلچی گیری عراق نواب سیادت پناه ابوی امیر محمد معصوم بکری را رخصت نمودند سنه ۱۰۱۲ هجری ازینجا عازم بکر شدند - حرره میر بزرگ
نزانہ کلان علاقہ بیجے پور مین تالاب کے اوپر ایک بڑا ترپولیہ تین در کا ہے - اس کے درمیانی دروازہ پر جو بہت اونچا ہے ایک تختی سنگ سفید کی لگی ہے - اس مین یہ شعر بہت خوشخط خوشنما کندہ ہے

چند خسپی تو درین خوابگاه — خیز که بسیار دراز است راه

قائله الراقم محمد معصوم البکری النامی ۱۰۱۴

رباعی حسب حال - میر ہاشم سنجی درویش مشرب تھا اور برہان پور مین رہا کرتا تھا - ایک دن اس نے شکارگاہ کرارہ مین جو سیر کی جگہ ہے پانی کی چادر گرتی دیکھکر یہ رباعی کہی -

ای آبشار نوحه‌گر از بهر کیستی — چین بر جبین فگنده ز اندوه کیستی
آخر چه درد بود که چون من تمام شب — سر را به سنگ میزدی و میگریستی

کلام فصیح - مرزا فصیحی ہروی شاہ عباس ماضی والی ایران کا ملک الشعرا تھا - اس نے یہ رباعی ایک جوان صاحب جمال کے رخ روشن کی تعریف مین کہی تھی ؞

ای روی ترا ترجمه در دین مصحف — وز خال خطت یافته تزئین مصحف
یک نقطه سهو در همه روی تو نیست — گویا بخط مصنف است این مصحف

اشعار حسب حال ظہیر فاریابی قزل ارسلان بادشاہ کی

مدت گردن میں سے تھا ایک دن سلطان نے اس سے فرمایا کہ اپنی سرخ ریش کے واسطے کوئی فی البدیہہ کہہ کہ جسکا مقطع حسن طلب پر مبنی ہو اس نے فی الفور یہ اشعار موزون کرکے عرض کیے۔

واعظی بر فراز منبر گفت　　کہ چو پیدا شود سرای نہفت
ریش ہای سیاہ روز امید　　باشد اندر پناہ ریش سفید
باز ریش سفید را ز گناہ　　بخشد ایزد بریش ہای سیاہ
مردکی سرخ ریش حاضر بود　　دست بر ریش زد چو این بشنود
گفت ما خود درین شمار نہ ایم　　در دو گیتی بہیچکار نہ ایم
بندہ آن سرخروی مظلوم است [1]　　کز انعام شاہ محروم است

مدح سلطان۔ ایک رات ظہیر فاریابی نے یہ رباعی لکھکر اتابک ابوبکر کی خدمت میں پیش کی۔

ای ورد ملائکہ دعای سر تو　　سرپست زمانہ را بجای سر تو
با دشمن تو نیام تیغ تو بگفت　　سر دل من باد فدای سر تو

اتابک نے اس کو ایک ہزار دینار دلوائے اس وقت ظہیر نے پھر یہ رباعی کہی۔

شاہا ز تو کار دین بالسق است　　وز عدل تو جان فتنہ را یک رمق است
در عہد تو رافضی و سنی باہم　　کردند ہوا نفقت کہ بوبکر حق است

انتخاب دویم از تاریخ فرشتہ

لطف سنج سلطان۔ ایک رات سلطان محمود نے حالت مستی میں ایاز کو حکم دیا کہ اپنی زلفیں کاٹ ڈالے صبح ہی اس کو زلف بریدہ دیکھکر

[1] ظہیر کا انتقال ۵۹۸ھ میں ہوا ظہیر فاریابی کے دیوان کی تعریف میں کسی شاعر نے کہا ہے دیوان ظہیر فاریابی؛ از کعبہ بدزد گر بیابی۔

اپنے فعل سے بہت پشیمان ہوا بار بار اُٹھتا تھا اور بیٹھتا تھا۔ کسی کو کچھ عرض کرنے کی تاب نہ تھی۔ آخر وزیرون نے عنصری کو اندر بھیجا۔ سلطان نے اسکو دیکھتے ہی فرمایا کہ تو دیکھتا ہے کہ مجھے کیا پیش آیا ہے اس بارہ مین کچھ کہہ عنصری نے فوراً یہ رباعی عرض کی ؛

امروز کہ زلف یار در کاستن است	چہ جای بغم نشستن و خاستن است
روز طرب و نشاط و می خواستن است	کاراستن سرو ز پیراستن است

سلطان نے خوش ہو کر عنصری کا منہ تین دفعہ جواہرات سے بھرا اور گویون کو بلا کر خوشوقتی سے شراب نوشی کی۔ عنصری کا واقعہ سنہ ۴۳۱ھ مین ہوا ؛

دوستانہ سوال جواب۔ ہمایون بادشاہ نے جب کابل فتح کی تھی تو خط بیرم خان کے پاس بھیجا اور اسکے حاشیہ مین یہ رباعی فی البدیہہ لکھکر بھیجی ؛

اے آنکہ عزیز خاطر محزونی	چون طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو نیستم زمانے ہرگز	آیا تو بیاد من محزون چونی

بیرم خان نے جواب مین یہ رباعی لکھی۔

اے آنکہ بذات سایہ بیچونی ؛	از ہر چہ ترا وصف کنم افزونی ؛
چون میدانی کہ بیتو چون میگذرد	چون مے پرسی کہ در فراقم چونی

لطیفہ۔ ایک دن ہمایون بادشاہ اور مرزا کامران دونون بھائی سوار ہو کر لاہور مین کہین جاتے تھے ایک کتا نظر آیا کہ پاؤن اُٹھاکے ایک قبر پر پیشاب کر رہا ہے۔ مرزا نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبر رافضی کی ہے بادشاہ نے کہا ہان شاید یہ کتا بھی سنی ہو۔

جواب باصواب۔ جن دنون کہ مرزا کامران والی کابل تھا۔

ہمایون بادشاہ نے قندھار سے لشکرکشی کی۔ مرزا طول محاصرہ سے عاجز آکر ایک دن سر شام شہر سے نکل گیا۔ چند عرصہ بعد جب ہمایون بادشاہ بدخشان کو چلے گئے تو علی الصباح بجسارت تمام پھر کابل مین داخل ہوگیا اور حاجی محمد عسس سے جو بابر بادشاہ کا مسخرہ تھا پوچھا کہ چون رفتہ و آمدہ ام حاجی نے جواب دیا کہ اول شب رفتی و بامداد آمدی اور یہ بیت پڑھی ؛۔

صبح امید کہ بد معتکف پردہ غیب	گو برون آی کہ کار شب تار آخر شد

[illegible] جب کہ بہادر شاہ گجراتی قلعہ چتوڑ سے لڑ رہا تھا۔ ہمایون بادشاہ اسکے اوپر لشکرکشی کیا چاہتے تھے اور یہ دو بیت لکھکر اسکے پاس بھیجی تھین

ای کہ ہستی غنیم شہر چتور ؛	کافران را بجور میگیری
بادشاہے [illegible] سر گو ؛	آن نشستہ چتور میگیری ؛

بہادر شاہ نے جواب مین گستاخی کر کے یہ قطعہ لکھا ؛

من کہ ہستم غنیم شہر چتور ؛	کافران را بجور میگیرم
ہر کہ بکند حمایت چتور	تو ببین کش چہ طور میگیرم

انتخاب سوم از مفتاح التواریخ

استغنائے اولیا۔ نقل ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی نے شیخ عبد القادر جیلانی[1] کو لکھا کہ اگر حضرت مہربانی کر کے اس طرف کو متوجہ ہون تو ملک نیمروز درویشون کے لنگر اور خانقاہ کے لیے وقف کیا جاوے۔ شیخ نے جواب مین یہ قطعہ لکھ بھیجا ؛۔

[1] تاریخ گزیدہ مین بجائے عبد القادر کے شیخ احمد غزالی برادر امام محمد غزالی کا نام لکھا ہے ۱۲

چون چتر سنجری رخ بختم بود سیاہ | با فقر گر بود ہوس ملک سنجرم
تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب | صد ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

قران سبعہ سیارہ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ مین ساتون ستارے برج میزان مین جمع ہوئے تھے ظہیر فاریابی نے اُس بارہ مین کہا تھا:

اقتران اختران دانی کہ در میزان چرا | خود نکو دانی کہ این خدمت چہ نیکو کردہ اند
از برای قیمت یکذرہ خاک پای تو | نقد ہفت اقلیم عالم در ترازو کردہ اند

تعریض کہتے ہین کہ انوری شاعر نے اس قران کے حکم لگانے مین سب نجومیون سے پیش قدمی کرکے کہا تھا کہ پہلے نوح کے عہد مین سات ستارون کا قران برج سرطان مین ہوا تھا اور یہ برج آبی ہے اسلیے جب تو طوفان عظیم آیا تھا اور اب ہوا کا طوفان آویگا۔ جو عالم کو برباد کر دیگا کیونکہ میزان برج بادی ہے۔ لوگون نے اس حادثہ کے خوف سے تہخانے بنالیے تھے اور اپنا مال و متاع اُن مین رکھدیا تھا۔ لیکن ان دنون مین اتنی بھی ہوا نہ چلی کہ جو کسی چراغ کو گل کرے انوری کو اس امر سے سلطان کی نظرون مین بہت خفت عائد ہوئی اور فرید کاتب نے اُسدن یہ دو بیت نظم کین۔

گفت است انوری کہ بسبب بادہای سخت | ویران شود عمارت و کہسار بر سری
در روز حکم او نہ وزیدست ہیچ باد | یا مرسل الریاح تو دانی و انوری:

تسکین سلطان کہتے ہین کہ جب سلطان سنجر ماوراءالنہر کی مہم سے شکست کھا کر آیا تو بہت ملول اور آزردہ خاطر دریاے جیحون کے کنارہ پر اوترا فرید کاتب اُس کے سامنے کھڑا تھا اُس نے کہا کہ اے

فرید دیکھتا ہے مجکو کیا ماجرا پیش آیا ہے۔ اس بارہ مین کچھ کہہ کہ میری تسلی ہو
فرید نے فی البدیہہ یہہ کہا ؛

شاہا ز سنان تو جہانے شد راست	تیغ تو چہل سال ز اعدا کین خواست
گر چشم بدی رسید آن ہم ز قضا است	کانکس کہ بیک حال بماند است خدا است

شاہ کو تسلی ہوگئی اور اس نے فرید کے حال پر بہت مہربانی کی۔
سوال جواب۔ ایک دن ملک الفضلا نجم الدین نے یہ رباعی
اپنے بیٹے امیر محمود کو لکھکر بھیجی۔

دارم ز عتاب فلک بوقلمون ؛	وز گردش روزگار جسم پردرد دون
چشمے چو کنارۂ صراحی ہمہ اشک	جانے چو میانہ شیشہ لالہ ہمہ خون

امیر محمود نے جواب مین لکھا رباعی

دارم ز جفاے فلک آئینہ گون	پر آہ دلے کہ سنگ از و گردد خون
دردے بہزار غم بہ شب سے آرتر	تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیرون

سوال جواب سلاطین۔ لکہتے ہین کہ شیراز کے بادشاہ محمد مظفر کے
دو بیٹے تھے ایک کا نام شاہ شجاع تہا اور دوسرے کا شاہ محمود
شاہ شجاع نے بیباکی سے اپنے باپ کو اندھا کرکے سلطنت سے
معزول کیا اور بھائی کو اصفہان کی حکومت دے کر آپ باپ کی
جگہ بیٹھ گیا ان دونون بھائیون مین ملک کے واسطے بہت سی لڑائیان
ہوئین۔ شیخ اویس نے جو بغداد کا بادشاہ تھا اپنی بیٹی شاہ محمود کو دی اور
شاہ محمود اس کی مدد سے شیراز پر قابض ہوگیا جب کہ وہ اپنے خسر کا
لشکر لیکر شیراز پر حملہ کرنے کو آتا تھا۔ تو شاہ شجاع نے یہ قطعہ
لکھکر اس کو بھیجا تھا ؛

جواب لکھا۔

اے شاہ شجاع ملت و دولت و دین	خوردار جہان وارث محمود ہمین
در روے زمین اگرچہ ہستی دو سہ ونہ	باید کہ بہم رسید در زیر زمین

نقل عجیب۔ غیاث الدین بادشاہ بنگالہ ایک دفعہ بیمار ہوا۔ اس نے نہایت ناامیدی سے یہ وصیت کی۔ کہ اگر میں مر جاؤں تو میری تین بیگمیں جنکا نام سرو گل اور لالہ ہے مجھکو غسل کرائیں۔ مگر اتفاقات سے اچھا ہوگیا۔ اور دوسری عورتوں نے حسد سے ان تینوں کا نام غسالہ رکھدیا۔ بادشاہ یہ سنکر ہنسا اور کچھ فکر کرکے یہ بیت موزوں کی ؎

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود

پھر ہرچند کہ طبع آزمائی کی مگر اس قافیہ پر غزل نہ لکھ سکا ناچار ایک شخص کو کچھ تحفہ دیکر حافظ کے پاس شیراز میں بھیجا اور غزل کی فرمایش کی۔ حافظ نے فی الحال یہ غزل لکھکر اسکو بھیجدی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
مے دہ کہ نوعروس چمن حد حسن یافت	کار این زمان ز صنعت دلالہ می رود
شکرشکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طے زمان ببین و مکان در سلوک شعر	کین طفل یکشبہ رہ یکسالہ می رود
از رہ مرو بعشوۂ دنیا کہ این عجوز	مکارہ می نشیند و محتالہ می رود
این چشم جادوانۂ عابد فریب بین	کش کاروان سحر بدنبالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین	غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

قدردانی۔ غزالی شاعر جب مشہد سے ہندوستان آیا۔ تو اس کی

چندان قدر نہ ہوئی۔علی قلی بیگ خان زمان نے جو اکبر بادشاہ کے امرائے معظام سے تھا یہ سن کر کئی گھوڑے اور ایک ہزار روپیہ نقد اس کے پاس بھیجے اور یہ قطعہ بھی جو فی البدیہہ کہا تھا لکھا۔:

اے غزالی بحق شاہ نجف	کہ سوئے بندگان بیچون آئی
چونکہ بیقدر گشتۂ آنجا:	سر خود گیر و زود بیرون آئی

سر خود سے کہ حرف تعین ہے اشارہ ایک ہزار روپیہ بھیجنے کا تھا۔ غزالی نے خانزمان کے نام پر ایک نظم نقش بدیع نام لکھی اور اُس کے صلہ مین فی شعر ایک طلائی (اشرفی) پائی:

فی البدیہہ۔ماہ محرم ۲۸ سنہ جلوس میں دمدار ستارہ طلوع ہوا تھا اور نورجہان بیگم نے اس کے بارہ مین یہ بیت خوب کہی تھی:

ستارۂ نہ باین طول سر برآوردہ	فلک بشاطری بستہ کمر برآوردہ

فی البدیہہ۔ایک دفعہ سلخ رمضان کو جہانگیر بادشاہ نے جو شراب کے بہت شوقین تھے چاند دیکھکر یہ مصرعہ موزون کیا۔

ہلال عید براوج فلک ہویدا شد

بیگم نے فوراً دوسرا مصرعہ کہا کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

فی البدیہہ ایک دن بادشاہ کے پیراہن مین لعل کا تکمہ دیکھ کر بیگم نے یہ شعر کہا۔

ترا نہ تکمۂ لعل است بر لباس حریر	شدہ است قطرۂ خون منست گریبان گیر

ایضاً۔بعد چند روزہ فراق کے ایک دفعہ جو بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو بیگم کی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور بادشاہ نے فی البدیہہ کہا

گوہر اشک چشم تو غلطیدہ می رود:

بیگم نے فی الفور جواب دیا۔

آبے کہ بے تو خوردہ ام از دیدہ می رود

ایضاً۔ ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ نے خفا ہوکر طالب آملی ملک الشعرا کو قید کر دیا۔ اس نے زندان میں سے یہ بیت بیگم کو لکھی۔

ز شرم آب شدم آب را شکستے نیست | بحیرتم کہ مرا آبروی از چہ شکست

بیگم نے فی البدیہہ لکھ بھیجا کہ یخ بست و شکست۔

لطیفہ۔ مسماۃ مہری نور جہان بیگم کی سہیلیوں میں سے تھی۔ ایک دن بالاخانہ پر بیگم کی خدمت میں حاضر تھی کہ اس کا شوہر خواجہ حکیم دور سے پیدا ہوا۔ بیگم نے اس کو بلایا۔ وہ جلد پہنچنے کے واسطے اول جلول طور سے سر اٹھانے لگا۔ بیگم صاحب نے مہری سے کہا کہ تو اس چال کا حال نظم کر سکتی ہے۔ اس نے فوراً اپنے شوہر کو مخاطب کرکے کہا:

مرا با تو سر یاری نماندہ | سر مہر و وفاداری نماندہ
ترا از ضعف پیری قوتے نیست | چنانکہ پائے برداری نماندہ

بیگم ہنسی اور ایک معقول صلہ بخشا۔

رباعی لاجواب۔ مسماۃ نہانی والدہ شاہ سلیمان کے ہم نشینوں میں ایک نازک خیال عورت تھی اور صاحب جمال بھی بڑے بڑے آدمی اس کی خواستگاری کو ہر طرف سے آتے تھے اور اس نے یہ رباعی لکھ کر بازار میں آویزاں کر دی تھی کہ جو کوئی اس کا جواب کہیگا۔ وہی اس کا شوہر ہوگا۔

از مرد برہنہ روئے زر می طلبم | از خانہ عنکبوت پرے طلبم
من از دہن مار شکر می طلبم | وز بیشہ مادہ شیر نر می طلبم

کہ کسی سے اسکا جواب نہ بن آیا۔

مناظرہ شعرا - مسماۃ بزرگی ایک طوائف کشمیر کی تھی - جہانگیر بادشاہ کے عہد میں اپنا پیشہ چھوڑ کر کنج قناعت میں بیٹھ گئی ایک دن چار شاعر اس سے ملنے کو گئے لیکن اس نے اُن کو اندر نہ بلایا پیچھے سے ایک عرب بچہ آیا اور سلام کہلا بھیجا بزرگی نے اُس کو اندر بلا لیا - اس پر یہ شاعر خجل ہی تو ہو گئے اور ایک نے جو زیادہ جلے تن اور بگڑے دل تھا فوراً یہ رباعی کہی اور بزرگی کو لکھ بھیجی:

اے شیوہ کفر و دین بہم ساختہ	عمرا لبوجود تو عدم ساختہ
انبار بزرگی ز جبینت پیداست	آنکہ با عرب دگر بہم ساختہ

بزرگی نے اسکے جواب میں فی البدیہہ بیت موزوں کی اور لکھ بھیجی باگی

روزیکہ نہادیم در این پا و قدم را	گفتیم صلاحست عرب را و عجم را

لطائف زن و شوہر - آتون لولی ایک عالی فہم اور خلیق [illegible] عورت تھی اس کا شوہر ملا بقائی بھی شاعر اور ظریف تھا - دونوں میں خوب خوب نوک جھونک ہوتی تھی - ایک دن بقائی نے یہ رباعی کہی:

یاران ستم تیز رسے کشت مرا	تا دالب شد چو نیے از و پشت مرا
گر پشت بسوئے او رسے خواب کنم	بیدار کند بضرب انگشت مرا

لولی آتون نے فوراً جواب دیا -

ہم خوابگی شست رسے کشت مرا	در دوری تو دارو بجز پشت مرا
تو شستہ چنانکہ پا تو اندر برداشت	بہتر بود از پشت دو صد مشت مرا

ہجو بیجا - ملا شیدا شعرائے پایہ تخت شاہجہان بادشاہ سے بہت شوخ طبع اور بیباک آدمی تھا اور شاعروں کی ہجو کیا کرتا تھا

اور ہجو بھی بہت مزیدار۔ جیسا کہ امر اللہ نامی شخص کی ہجو میں جو متہم بفعل[1] تھا یہ شعر اس کا مشہور ہے۔

نہ تنہا من ہمیگویم کہ امر اللہ مفعول است	خدا فرمودہ در قرآن کہ امر اللہ مفعولا

ایضاً اور جہانگیر بادشاہ کے ملک الشعرا طالب آملی کی ہجو میں کہا تھا

رباعی

شب و روز نخورد غم ما طالب	بے جیفہ دنیوی در تنگ است
اگر قول پیغمبر شنیدست	کہ دنیا است مردار و طالب سگ است

سرمد کی تنبیہ۔ عالمگیر بادشاہ نے جو سرمد کو سنہ ۷۲ھ میں علما کے فتوی سے قتل کرایا وجہ اسکی یہ رباعی تھی۔ جو سرمد نے کہی تھی۔

آنکو کہ سر حقیقتش باور شد	خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک	سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

جب کہ جلاد نے سرمد کی آنکھوں پر پٹی باندھنا چاہا تو سرمد اس کی طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا تو بہر صورتے کہ مے آئی من ترا می شناسم اور اخیر وقت پر یہ بیت کہی۔

عریانی تن بود غبار رہ دوست	آن نیز بہ تیغ از سر ما وا کردند

مذمت چیلہ۔ سعید خان قریشی سلکہ ملتان سلطان مراد بخش کے ندیموں میں سے تھا ایک دن سلطان کے حجرے کو جانے لگا تو چیلہ نے جو غسل خانہ کا داروغہ تھا۔ اندر نہیں آنے دیا سعید خان نے اسی وقت یہ رباعی موزون کی اور سلطان کے پاس بھیجی۔

اے شاہ جنابت چو جناب اللہ است	ہر حکم تو چون حکم کتاب اللہ است
این چیلہ [illegible] مانع [illegible]	ابلیس صفت مانع باب اللہ است

[1] علت ابنہ [illegible] کرنیوالا ۱۲

قربانی گوسفند۔ ایک دفعہ عید اضحے کے دن شاہزادہ سلطان مراد بخش نے ایک بکری اپنے ہاتھ سے ذبح کی اس کی آنکھیں کھلی رہی تھیں۔ سلطان نے ان کو دیکھکر شیخ قریشی یعنے سعید خان کی طرف نگاہ کی شیخ نے فوراً یہ شعر کہا۔

عید قربان است میخواہم کہ قربانت شوم ۔۔ ہمچو چشم گوسفند کشتہ حیرانت شوم

اور یہ شعر بھی اوسی کا ہے۔

مشکل بود بکوے تو دیگر نشست ما ۔۔ پیچیدہ است زلف تو بر شکست ما

لطیفہ۔ جب کہ عظیم الشان پسر بہادر شاہ اعظم شاہ سے لڑنے کو آیا تو کسی نے مرزا ایزد بخش رسا[1] سے جو عالمگیر بادشاہ کا منشی تھا کہا کہ بلائے عظیم می آید اس نے جواب دیا کہ اسم اعظم دفع خواہد ساخت

ظرافت۔ نواب عمدۃ الملک امیر خان ایک ظریف آدمی تھا سنہ ۱۱۴۰ ہجری میں جو نواب قمر الدین خان وزیر اور نواب خاندوران خان بخشی مرہٹہ کی مہم پر گئے اور کچھ کام نہ کر کے واپس آ گئے تو امیر خان نے یہ تاریخ دو زبانوں میں کہی۔

رفتند بر مرہٹہ خوردند ہر دو گوہ ۔۔ تاریخ گفت ہاتف بخشی وزیر زادہ

خوش طبعی۔ دوسری دفعہ نواب خاندوران گیا اور بھاگ آیا تو امیر خان نے یہ ہندی مصرعہ کہا "نواب آئے ہارے بھاگ آئے"

طعن و طنز۔ ایک دن نواب برہان الملک سعادت خان اور

[1] تاریخ انکشاف الخلائق میں لکھا ہے کہ مرزا ایزد بخش رسا کو صرف اسی لطیفہ کے کہنے پر فرخ سیر نے جو عظیم الشان کا بیٹا تھا۔ بعد بادشاہ ہونے کے بلا یا اور ایک ایک بال اکھڑوا کر ستونوں سے باندھا اور بڑی خواری سے مارا اس کا مقبرہ آگرہ میں واقع ہے

امیر خان محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر تھے نواب برہان الملک نے امیر خان پر طعن کرکے کہا۔

پسر نوح با بدان بنشست ۔ خاندان نبوتش گم شد

یعنے تو شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد میں ہو کر ایسا نامعقول مذاق رکھتا ہے امیر خان نے جواب میں کہا ہاں سچ ہے۔

سگ اصحاب کہف روزے چند ۔ پے نیکان گرفت مردم شد

یعنے تو گمنام ہو کر بھی اس مرتبہ پر پہونچا

ستم ظریفی ۔ ایک دن نواب بہادر جاوید خان خواجہ سرا نے محمد شاہ سے عرض کی کہ قبلۂ عالم کیا خوب یہ سچ میں نے سعدی شیرازی کے اقوال سے اپنے نام کے واسطے تجویز کیا ہے۔

دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست

امیر خان حاضر تھا بول اٹھا کہ دوسرا مصرع بھی نقش کرنا چاہیے تھا۔

از پسش ذکر خیر زندہ کند نام را

ذکر خیر و ذکر خیر نیست خطی ہے یعنے خواجہ سرا کے نہ بیٹا ہوتا ہے نہ بیٹی اسکے مرنے کے بعد ذکر خیر اس کے نام کو زندہ رکھیگا۔

انتخاب چہارم از تواریخ روضۃ الصفا

مباحثہ شعرا ۔ جبکہ سلطان سنجر سلجوقی نے سنہ ۵۴۲ ہجری میں اپنے باغی امیر اتسز خوارزم شاہ پر لشکر کشی کرکے ہزار اسپ کا قلعہ گھیر انوری شاعر نے یہ قطعہ لکھ کر گزرانا۔

امیر خان ۱۱۵۹ھ میں بادشاہ کے اشارہ سے دیوان خانہ میں مارا گیا۔

اے شاہ جہان ملک جہان حسب تراست — وز دولت اقبال شہی کسب تراست
امروز بیک حملہ ہزار اسپ بگیر — فردا خوارزم با ہزار اسپ تراست

رشید الدین وطواط قلعہ میں تھا۔ اس نے انوری کے جواب میں یہ بیت ایک تیر پر لکھ کر سلطان سنجر کے لشکر میں پھینکی۔

گر خصم تو اے شاہ شود رستم گرد — یک خر ز ہزار اسپ تو نتواند برد

جان بخشی بصلہ سخن۔ جب قلعہ فتح ہوا تو سلطان سنجر نے حکم دیا کہ وطواط کو پکڑ کر سات ٹکڑے کر ڈالیں وطواط نے مقربان بارگاہ سلطنت کا وسیلہ اٹھا کر عرض کرایا کہ وطواط ایک مرغ ضعیف ہے اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اس کے ہفت پارہ کریں۔ ہاں اگر اسے عالی اقتضا کرے۔ تو دو پارہ کر ڈالیں بادشاہ ہنسا اور اس کے خون سے درگزرا۔

مناظرہ سلاطین۔ جب کہ سلطان شاہ بعد وفات اپنے پدر ایل ارسلان ولد اتسز کے خوارزم کے تخت پر بیٹھا۔ اور تکش خان جو بڑا بھائی اور ضلع جند کا حاکم تھا۔ برسر مخالفت ہو کر میراث پدری کا ترکہ مانگنے لگا۔ تو سلطان شاہ نے لطف طبع سے یہ دو شعر بھائی کے پاس بھیجے۔

ہر گہ کہ شد عزم من پویہ کند — دشمن ز نہیب تیغ من مویہ کند
انجا برسول و نامہ بر ناید کار — شمشیر دو رویہ کار یکرویہ کند

تکش کا بیٹا ملک شاہ اچھا شاعر تھا۔ اس نے اپنے چچا کے جواب میں یہ رباعی لکھ کر روانہ کی۔

صد گنج ترا خنجر بران ما را — کاشانہ ترا مرکب میدان ما را
خواہی کہ خصومت از میان برخیزد — خوارزم ترا ملک خراسان ما را

سلطان شاہ نے یہ رباعی سنکر پھر دو بیت اپنے بھتیجے کو لکھ بھیجیں۔

اے جان من این عمر رہ سوا گیرد ۔ وین قصہ نہ در شمانہ در ما گیرد
تا قبضۂ شمشیر کہ پالاید خون ۔ تا آتش اقبال کہ بالا گیرد

کارنامہ سلاطین ۔ سنہ ۵۹۶ھ میں جب تکش خان سلطان شاہ کو نکال کر خوارزم کے تخت پر بیٹھا۔ اور شاعروں نے اُس کے جلوس کی تہنیت میں عمدہ عمدہ قصیدے کہے تو رشید وطواط کو جس کی عمر تو تخت اسّی سال سے متجاوز تھی ایک ڈولی میں بٹھا کر درگاہ میں لائے اُس نے عرض کیا کہ آج ہر ایک شخص نے بقدر اپنی لیاقت کے مبارکباد جلوس بادشاہ میں قصیدے اور رسالے ترتیب دیئے ہیں اور میں بوجہ کبر سن اور ضعف پیری کے ان دو بیت کے عرض کرنے پر قناعت کرتا ہوں۔ شعر

جدت ورق زمانہ از ظلم بشست ۔ عدل پدرت شکستہا کرد درست
اے بر تو قبای سلطنت آمدہ چست ۔ ہان تا چہ کنی کہ نوبت دولت تست

فی البدیہہ ۔ ایک دن سلطان محمد خوارزم شاہ نے اثنائے شرابخوری میں یہ بیت موزون کی۔

در رزم چو آہنیم و در بزم چو موم ۔ بر دوست مبارکیم و بر دشمن شوم

اور شیراز کے حاکم اتابک سعد کے ایلچی سعد کو دوسری بیت کہنے کے واسطے اشارہ کیا۔ اُس نے کہا۔

از حضرت ما برند انصاف بشام ۔ وز ہیبت ما برند زنار بروم

سلطان نے تعریف کر کے اُس دن اُس ترانہ کے اوپر شراب نوش کی

مشاعرہ ہمسرانہ ۔ ایک دفعہ مجد الملک نے جو بقا خان کے

وزیر شمس الدین سے عداوت رکھتا تھا۔ یہ دو بیت موزون کی۔

در بحر غم تو غوطہ خواہم خوردن	یا غرق شدن یا گہرے آوردن
خصمے تو بس قوی است خواہم کردن	یا روے بدان سرخ کنم یا گردن

وزیر نے جواب میں کہا۔

ہر گو چو بر شاہ نہ شاید بردن ؛	بس غصہ روزگار باید خوردن ؛
این کار کہ در میانش خود داری ؛	ہم روے بدان سرخ کنی ہم گردن ؛

[illegible] سے یہی مجد الملک سلطان احمد خان کے عہد میں کسی خیانت کا ملزم ہو کر مارا گیا۔ اور اس کے عضو کاٹ کاٹ کر لوگ ولایت دور دست میں لے گئے۔ خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کے بھائی عطاء الملک نے اس واقعہ کی یادگار میں کہا ہے۔

روزے دو سہ بہر [illegible] وزیر شدی	چو شدہ [illegible] وبال توقیر شدی
اعضائے تو ہر یکے گرفت اقلیمے	بالجملہ بیک ہفتہ جہانگیر شدی

کہتے ہیں کہ اس کا ایک ہاتھ عراق میں پہونچا تھا۔ جس کے بارے میں بہاء الدین جامی نے کہا۔

میخواست کہ او دست ستاند بفلک	دستش نہ رسید لیک دستش برسید

لطیفہ۔ مولانا سعد الدین تفتازانی قریۃ الرجال تفتازان کا رہنے والا تھا۔ اور تفتازان علاقہ نسا ملک خراسان سے متعلق تھا۔ اس لئے ایک دن ایک ظریف نے جسارت کر کے مولانا سے کہا کہ ما شمارا از رجال گمان مے بردیم شما خود از نساء بودہ اید۔ مولانا نے فرمایا کہ اے بے عقل مگر تو نے یہ کلمہ نہیں سنا ہے کہ الرجال من النساء۔

عبارت مغلق - خواجہ جمال الدین ثلغر جو ایک امیر سلطان حسین والی ہرات کے امرا میں سے تھا نہایت مغلق کلام کیا کرتا تھا - ایکدن شمس الدین زکریا نے ایک شخص قوم ترک کو خواجہ کے پاس بھیجکر چند خروار گھاس منگوائی - خواجہ نے جواب میں اُس ترک سے کہا کہ بجان عبداللہ[1] و فضل اللہ کہ در مطبخ ما چندان علف نماندہ کہ عصافیر بمناقیر آنرا بر سطوح کشند ترک ان کلمات کو نہیں سمجھا اور پھر اُس نے ترکی میں کہا کہ بیگ سمان تبلا سئے در (یعنے امیر گھاس منگواتا ہے) خواجہ نے پھر فرمایا کہ اعادۂ عبارت از عادات اولی الالباب بعید است - خواجہ کے ایک ملازم نے جو اُس ترک کے پاس کھڑا تھا - اُس سے کہا کہ اگر تو ہزار دفعہ بھی گھاس مانگے گا تو خواجہ ایسی ہی نامفہوم باتیں کہے گا - ترک ناچار امیر زکریا کی خدمت میں واپس گیا - امیر نے پوچھا کہ گھاس لایا - اُس نے عرض کیا کہ میں نے ہر چند خواجہ سے گھاس مانگی - مگر وہ قرآن پڑھتا رہا ؂

سوال جواب شاہانہ - مازندران کے بادشاہ طغا تیمور خان نے چند بار خواجہ یحیی حاکم جماعت سربدار کو خط لکھ لکھ کر اطاعت کی تکلیف دی - مگر اُس نے ہر دفعہ جواب با صواب لکھا - آخر بادشاہ نے یہ قطعہ خط میں درج کر کے بھیجا - ؂

---

[1] یہ دونوں اس کے بیٹے تھے ۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ عبداللہ و فضل اللہ کی جان کی قسم ہے کہ ہمارے طویلہ میں اتنی بھی گھاس نہیں رہی ہے کہ چڑیاں چونچوں میں اُس کو لے جاویں ۔ عبارتوں کا لوٹانا عقلمندوں کی عادت سے بعید ہے -

گردون بہ جفاے زمان را دیگرش	کارے بزرگ ز ناتوان داشت مختصر
سیمرغ وار چون نتوان کرد قصد قاف	چون صعوہ خوردہ باش و فرو ریز بال و پر
بیرون کن از دماغ خیال محال را	تا در سرت نشود صد ہزار سر

خواجہ نے جواب مین لکھا

گردون چرا نہیم جفاے زمانہ را	راضی چرا شویم بہر کار مختصر
دریا و کوہ را بگذاریم و بگذریم	سیمرغ وار زیر پر آریم خشک و تر
یا بر مراد بر سر گردون نہیم پاے	یا مردوار بر سر ہمت کنیم سر

لطیفہ۔ ایک شخص نے مولانا نورالدین الخوافی سے پوچھا کہ آپ کیون نہین خانہ داری کی طرف توجہ فرماتے ہین۔ مولانا نے جواب دیا کہ سلسلۂ ولادت کا آدم سے اس ضعیف تک پہونچا ہے چاہتا ہون کہ ایک سرا اس سلسلہ کا تو آدم کے ہاتھ مین ہوا اور دوسرا بندہ کے ہاتھ مین۔

حسن طلب۔ سلطان سعید گورگان کے امیرون مین سے امیر نور سعید بہت عسرت مین تھا۔ اور اُس کے پاس ایسا گھوڑا بھی نہ تھا۔ جس پر سوار ہو کر سلطان کی ملازمت مین پہونچ سکے ایک دن اُس نے یہ رباعی کہہ کر سلطان کی مجلس مین بھیجی۔

این بندۂ شرمندہ درماندہ بیجان	دارد اسپے توقع از شاہ جہان
چون ہمت او بلند و چون بخت قوی	چون دولت او جوان و چون حکم روان

سلطان نے چند عمدہ گھوڑے اونٹ اور تمام سامان و اسباب اُس کے واسطے بھیجا۔

ضرورت حال ع۔ جب کہ محمد خان شیبانی اوزبک نے سمرقند کو

فتح کیا۔ اور اُس آباد ان شہر کے باشندے آوارہ ہو گئے تو
خواجہ ابوالمکارم نے جو وہان کے بڑے آدمیون مین سے تھا
اندجان مین قاصد بھیجکر بابر بادشاہ کو سمرقند مین آنے کی ترغیب دی
بابر نے فوراً پہونچ کر محمد خان کو بھگا دیا۔ چندروز بعد محمد خان پھر
لشکر سنگین لے کر آیا اور بابر مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا۔ تو خواجہ ابوالمکارم
اس مصلحت سے کہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے۔ ڈاڑھی مونچھ مونڈا کر
ترکستان کو بھاگا۔ مگر راستہ مین گرفتار ہو کر محمد خان کے پاس
پہونچا۔ محمد خان نے پوچھا۔ کہ داڑھی کیون منڈائی۔ خواجہ نے
جواب مین یہ بیت پڑھی۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکو تف کند ریشش بسوزد

مگر یہ لطیفہ گوئی اُس کے واسطے کچھ سود مند نہ ہوئی۔ اور وہ اُسی
دم شاہ کے حکم سے مارا گیا۔

جواب معقول مع حسن طلب ۔ مولانا حسن شاہ جو ایک شاعر
شیرین کلام اور ظریف حاضر جواب تھا۔ ایک دن سلطان محمد مرزا
کی خدمت مین بادشاہون کا ذکر کرنے لگا۔ اور ہر ایک کی ایک
خاص صفت بیان کی۔ سلطان محمد نے پوچھا کہ اچھا مجھ مین کیا
عیب ہے تو کہا کہ سوا اے کاہلی کے آپ کی ذات مین کوئی بات
صفات بد سے نہین دیکھتا ہون۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تم نے کس
طرح جانا کہا کہ آپ کہہ سکتے ہین کہ دس ہزار اشرفیان ملا حسن شاہ کو
دیدو اور نہین کہتے ہین۔ یہ بات سن کر بادشاہ بہت ہنسا۔ اور
پانچ ہزار اشرفیان مولانا کو عنایت کین۔

مطایبۂ ظریفانہ۔ بعد مارے جانے سلطان محمد مرزا کے مولانا حسن شاہ ہرات میں آکر امیر علی شیر کا مصاحب ہوگیا۔ اور اُس کو خوش کرنے کے واسطے اشعار ہزل آمیز کہا کرتا تھا ایک دن داروغہ شہر نے وسمہ کبود نامی ایک عورت فاحشہ کو شہر سے خارج کر کے اُس کا مکان خالصہ کر لیا۔ جس کو خواجہ مظہر عودی نے امیر علی شیر سے مانگ لیا۔ اُسی وقت مولانا حسن شاہ بھی امیر کے پاس پہونچا۔ اور وہ مکان مانگا۔ امیر نے جواب دیا کہ وہ تو خواجہ مظہر عودی کو مل چکا۔ مولانا نے یہ سنتے ہی فی البدیہہ کہا۔ ؎

در شہر اگر مظہر عودی ہے ست	ہر خود در لیق کس نیارد بربست
ہر قحبہ کہ از شہر بدر کشتہ کردند	این قحبہ زنی بعد بجایش بنشست

ناصلف ظریفانہ۔ امیر علی شیر بعد فوت امیر سلطان حسین کے اُس کی فاتحہ کیواسطے ایک آش عظیم یعنی کھانے کی تجویز کرتا تھا۔ مولانا حسن شاہ ہر روز امیر کے دولتخانہ پر آکر اُس کی خبر لیا تا تھا کہ وہ کھانا کب ہوگا۔ اتفاق سے جس دن کہ وہ کھانا ہوا مولانا کو کام ہوگیا۔ اور جس وقت وہ امیر کے پاس حاضر آیا تو کھانا ہو چکا تھا اس سے اُس کو بہت افسوس ہوا۔ اور پھر رباعی بے اختیار اُس کی زبان سے نکلی۔ ؎

دیر آمدم وز غصہ و غم خوردن	دانم بیقین کہ جان نخواہم بردن
یک آش دگر برائے من فکر کنید	گر خفتہ این آش نخواہم مردن

تحسین شاعر۔ مولانا شہاب الدین احمد الخیری المعروف بہ عطائی نے معما کی توضیح و تشریح میں ایک عمدہ رسالہ نظم کیا تھا جب وہ محمد ظہیر الدین

بابر بادشاہ کی نظر سے گزرا۔ تو بادشاہ نے یہ رباعی لکھ کر مولانا کے پاس بھیجی۔

ناصح نہ ہمین رفتہ بہ ملک سر پاست / ورنامۂ تو بر دل محزون طرب است
هر کس بار آرزو معما نامی / نامے تو بر آوردہ معما عجب است

مذمت تبریز و جواب تبریزی۔ کسی شاعر نے شہر تبریز کی مذمت میں یہ رباعی کہی تھی۔

ہرگز نشود بہ طبع تبریزی دوست / مغز ند ہمہ جہان و تبریزی پوست
زانرا کہ بدوستی نیابی صادق / کو نیز عزیزی است کہ تبریزی خوست

مولانا ہمام الدین تبریزی نے جب اس کو سنا تو جواب میں کہا۔

تبریز نکو ہر چہ ور انجاست نکوست / مغز اند سپید ار تو ایشان را پوست
با طبع مخالفان موافق نشوند / ہرگز نہ شود فرشتہ با دیوان دوست

انتخاب پنجم از مطایبات لطیفہ

مطایبہ شاعرانہ۔ ساغری نام ایک شاعر مولوی جامی کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا ایک دفعہ مولوی نے اس سے ناراض ہو کر یہ قطعہ کہا۔

ساغری می گفت دزدان معانی بردہ اند / ہر کجا در شعر من یک معنی خوش دیدہ اند
دیدم اکثر شعر ہایش را یکی معنی نداشت / راست می گفت آنکہ معنی ہاش را دزدیدہ اند

یہ قطعہ مشہور ہو گیا اور بعض ظریفوں نے اس کو ساغری کے سامنے بھی پڑھ دیا۔ ساغری مولوی جامی کے پاس جا کر کہنے لگا کہ آپ نے اس قطعہ سے مجھ کو خاص و عام میں رسوا کر دیا ہے۔ مولوی نے کہا کہ میں نے تو (شاعرے) کہا تھا۔ شہر کے ظریفوں نے اس کو تصحیف کر کے ساغری

بنا دیا ہے۔:

امتحان شعرا - کہتے ہین سلطان حسین مرزا بادشاہ ہرات ایک دن معہ اکثر شاعرون کے بیٹھا ہوا تھا۔ ہر قسم کی باتین ہو رہی تھین۔ ملا بنائی نے کہا کہ جامی بدیہہ گوئی مین عاجز ہے۔ اتنے مین جامی بھی آپہونچا اور پوچھنے لگا۔ کیا میرا کچھ ذکر ہوا تھا۔ بادشاہ نے حضار مجلس سے فرمایا کہ آج شعر فی البدیہہ کہا چاہیے اور ملاّ جامی سے مخاطب ہو کر کہا کہ مین چار چیزون کے نام لیتا ہون تم اُن کو نظم کرو۔ اور یہ چار نام لئے چراغ۔ غربال۔ نردبان۔ ترنج جو چارون ہی ایک دوسرے سے بے جوڑ تھے۔ مگر ملا جامی نے سنتے ہی یہ رباعی کہی۔:

ای گشتہ چراغ دولتت بدر منیر
غربال شدہ سینۂ اعدات بہ تیر
بر پلۂ نردبان ہمت نہ پائے
از اوج فلک ترنج دولت برگیر

پھر مرزا سلطان حسین نے ملا بنائی کی طرف منھ کر کے کہا کہ تجھ سے بھی شعر بدیہہ ان چار نامون مین چاہتا ہون منقل۔ طاس۔ شرح شمسیہ۔ نمد کلاہ۔ بنائی نے فوراً کہا ؎

چون منقل اگرچہ دود آہے داریم
برطاس فلک نہ کار گاہے داریم
با ما سخنے ز شرح شمسیہ مگو
تا چتر از این نمد کلاہے داریم:

انتخاب ششم از جلد اوّل تاریخ قاچاریہ

سوانحجو استاہانش - ابراہیم خلیل خان نامی ایک امیر آقا محمد شاہ قاچار والی ایران سے باغی ہو کر قلعہ آبگینہ مین جا بیٹھا۔ بادشاہ نے اس پر لشکر کشی کی۔ اور منشور نمایش کے واسطے لکھایا۔ جس مین منشی نے

یہ شعر درج کیا:

زمنجنیق فلک سنگ فتنہ مے بارد ــ تو ابلہانہ گریزی بہ آبگینہ حصار

ابراہیم خلیل خان نے جواب میں لکھا۔

گر محمد ارمن آنست کہ من میدانم ــ شیشہ را در بغل سنگ نگہ میدارد

انتخاب ہفتم از جلد دوم ناسخ التواریخ ایران

سوال جواب عالمانہ۔ شریح عمر خلیفہ کے عہد میں کوفہ کا قاضی تھا اور آدمی خوش طبع تھا ایک دن عدی بن ارطاق نے اُس کے پاس آکر پوچھا کہ تو کہاں ہے شریح نے کہا کہ تیرے اور دیوار خانہ کے درمیان۔ پھر کہا سُن کہ سنتا ہوں۔

عدی ــ میں شہر شام کا رہنے والا ہوں۔

شریح ــ شہر اچھا ہے۔

عدی ــ میں نے تمہارے شہر میں ایک عورت کی ہے۔

شریح ــ مال و فرزند کے واسطے مبارک ہو۔

عدی ــ میں چاہتا ہوں کہ اُس عورت کو لیجاؤں۔

شریح ــ مرد کو اپنی عورت پر اختیار حاصل ہے

عدی ــ مگر میں نے شرط کرلی ہے کہ اس کو اُسکے گھر سے باہر نہ لیجاؤں۔

شریح ــ وہ شرط عورت کے واسطے استوار ہے۔

عدی ــ تو ہمارے درمیان حکم کر۔

شریح ــ میں نے حکم کیا۔

عدی ــ کس کے اوپر۔

شریح۔ تیرے مان کے بیٹے پر
عدی۔ کس گواہ کی شہادت سے۔
شریح۔ تیری خالہ کی بہن کے بیٹے کی گواہی سے۔

مشورہ معقول کہتے ہین کہ ایک وقت زیاد بن ابیہ نے معاویہ کو لکھا کہ مین نے عراق کا انتظام تو اپنے بائین ہاتھ سے درست کر لیا ہے اور دہنا ہاتھ ابھی خالی ہے۔ عرب کی امارت بھی مجھ کو دے۔ عبداللہ بن عمر نے جب یہ سُنا تو ڈرا۔ اور اہل حجاز بھی لرز گئے اور اُنھون نے اس کے واسطے یہ کہا۔ اللہم اشغل عنا یمین زیاد۔ یعنے اللہ زیاد کے دہنے ہاتھ کے لیے بھی کوئی کام دے پس مرض طاعون اُس کے دہنے ہاتھ مین لاحق ہوا اُسنے طبیبون کو مشورہ کے واسطے بلایا کہ کیا کرنا چاہیے اُنھون نے کہا ہاتھ قطع کر پھر زیاد نے شریح کو بلایا اور اُس سے طبیبون کی صلاح کہی۔ شریح نے کہا کہ تیری روزی مقرر ہے اور تیرا زمانہ بھی معین ہے۔ مین پسند نہین کرتا ہون کہ تو بیدست ہو کر زندہ رہے اور اگر مقطوع الید جہان سے قضا کرے تو خدا تجھ سے پوچھے کہ تو نے اپنا ہاتھ قطع کیون کیا اور تو کہے کہ مین تیری ملاقات کو برا سمجھتا تھا۔ زیاد اُسی دن مر گیا اور لوگون نے شریح سے پوچھا کہ تو نے زیاد کو کیون نہین ہاتھ کاٹنے دیا کہا المستشار موتمن ہین نے نہ چاہا کہ مشورہ مین خیانت کرون نہین تو کیا مین روا رکھتا کہ ایک دن اُس کا ہاتھ کاٹین۔ ایک دن پاؤن اور ایک دن اور اعضا۔

جواب معقول و باشرم۔ یزدجرد بادشاہ فارس کے وزیر بخیجان کی عورت نہایت خوبصورت تھی۔ یزدجرد فریفتہ ہو کر ویرہ وہ بھی اُس

سے ملا کرتا تھا۔ بنجیر جان کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے عورت سے بولنا چھوڑ دیا۔ عورت نے یہ قصہ یزدجرد سے کہا کہ خاوند نے مجھ کو چھوڑ دیا ہے یزدجرد نے ایک دن خلوت میں بنجیر جان سے کہا میں نے سنا ہے کہ ایک چشمہ خوشگوار تیرے پاس ہے اور تو اُس کو چھوتا بھی نہیں ہے اُس نے عرض کی کہ یہ بات صحیح ہے جو بادشاہ فرماتے ہیں۔ مگر ایک دن میں نے اُس چشمہ کے کنارہ پر شیر کے کھوج دیکھے اس سے ڈر گیا اور پھر اُس چشمہ کا طالب نہ ہوا۔ یہ کہکر بنجیر جان نے اُس عورت کو بادشاہ کے محل میں بھیجدیا اور بادشاہ نے دوسری عورت اُس کو دیدی اور تنخواہ بھی بہت سی مقرر کی ؛

حماقت - جحی عرب کے احمقوں میں سے تھا - ایک دن جنگل میں عیسٰے بن موسٰے کو ملا اور بولا کہ میں نے یہاں کچھ زمین میں گاڑا تھا۔ اب اُس کا پتہ نہیں ہے۔ عیسٰی نے پوچھا کیا کوئی نشان اُس کے اُوپر نہیں بنایا تھا۔ کہا آسمان پر بادل ہو رہا تھا اُسکے نیچے گاڑا تھا۔ اب نہ وہ بادل ہے اور نہ وہ دفینہ ہے۔

عجائب الاتفاق - طوس نام عرب کے مخنثوں میں سے پہلا شخص تھا۔ جس نے اسلام میں گانا گایا اور دف بجایا۔ اُس نے اس پیشہ کو خلیفہ عمر کے عہد میں فارس کے قیدیوں سے سیکھا تھا۔ کیونکہ خلیفہ ان کو ہر مہینہ میں دو دن کی رخصت دیتے تھے تاکہ حسب خواہش نفس استراحت کریں۔ طوس اُن کے پاس جاتا تھا اور گانے کی تعلیم لیتا تھا اور وہ ایک مسخرہ آدمی تھا۔ جن عورتوں کے لڑکے مرجاتے تھے اُنکو سنا دیتا تھا۔ اُس کے مسخرہ پن کی باتوں میں سے ایک یہ ہے

کو پکار پکار کر کہا کرتا تھا کہ اے مدینہ کے لوگون تم سنو جب تک کہ
مین تم مین ہون دجال کا انتظار مت کرو جس رات کو مین پیدا ہوا تھا
رسول خدا نے دنیا سے سفر کیا تھا اور جس وقت کہ میرا دودھ چھڑایا
خلیفہ ابو بکر نے جہان فانی کو چھوڑا - اور جس دن کہ مین بالغ ہوا عمر
خلیفہ شہید ہوئے اور میرے نکاح کے دن عثمان خلیفہ کی ہلاکت
واقع ہوئی اور میرے لڑکا ہوا - اُس دن حضرت علیؑ نے شہادت
پائی - پس مثل میرے کون ہے ؛

ایک نقطہ مین خرابی - ایک دن سلیمان بن عبد الملک نے اپنے
ایک منشی کو بلایا اور کہا کہ حاکم مدینہ کو لکھ دو "ان احص المخنثین المغنین منہم"
یعنے شمار کر کہ مدینہ کے مخنث کتنے ہین - منشی کی قلم سے ایک نقطہ احص
کی ح کے اوپر اور لگ گیا - جس کی اُس کو کچھ خبر نہ ہوئی - جب یہ
حکم مدینہ مین پہونچا تو حاکم نے اپنے منشی سے کہا کہ بادشاہ کے منشور
کو پڑھ - اُس نے اس طرح سے پڑھا "اخص المخنثین" یعنے مدینہ کے
مخنثون کو خصی کر - حاکم نے کہا - کہ احص المخنثین ہوگا - منشی نے کہا کہ ح
کے اوپر بھی نقطہ مثل نہل کے نہین ہوتا ہے - حاکم نے ناچار مخنثون
کو بلایا - اور سب کو خصی کرا ڈالا - بعد خصی ہونے کے ہر ایک نے
ایک بات کہی - جس کا ترجمہ یہ ہے ؛

طویس - مگر ہمارا دوبارہ ختنہ ہوا ؛

دلال - یہ بڑا ختنہ ہے کہ تمام کاٹ ڈالا گیا -

نسیم السحر "خصی ہونے سے ہم کو حق تخنث مل گیا -"

نومۃ الضحے - بلکہ سید سے عورت ہوگئے ؛

بر والقوا- باؤوان بول کے اٹھانے اور لیجانے سے چھٹی ہوئی ؛
ظل الشجر- آخر کیا کرتے اُس اوزار کا کہ جو ناکارہ تھا اور جس کا استعمال نہین کر سکتے تھے - ؛

فراست- ایاس بن معویہ جو عمر و بن عبد العزیز کے زمانہ مین بصرہ کا قاضی تھا- فہم و فراست مین یگانہ روزگار تھا کہتے ہین ایک دن اُس نے ایک کتّے کی آواز سُنی تو کہا کہ اس کتے کو کنوئین کے اوپر زنجیر سے باندہ رکھا ہے دیکھا- تو اُسی طرح تھا- جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ تو نے کیسے جانا تو کہا کہ اُس کی آواز شہد کی مکھیون کی آواز کی طرح گہری تھی اور اُس کی آواز کے بعد اُس کا جواب آتا تھا اس سے مین نے جانا کہ کنوئین کے اوپر ہے ؛

عدل بذریعہ فراست- ایک دن ایک آدمی اپنے مدعی علیہ کو لے کر ایاس کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے اپنا مال اُس کے پاس امانت رکھا تھا- اور اب یہ واپس نہین دینا چاہتا ہے ایاس نے پوچھا کہ وہ مال کس جگہ اُس کو سپرد کیا تھا کہا جنگل مین ایک درخت کے نیچے- کہا ابھی دوڑ کر اُس درخت کے نیچے جا- شاید کہ خداوند تجھ کو مال دیدے گا- وہ شخص گیا- جب کچھ دیر ہوئی- تو قاضی نے مدعی علیہ کیطرف مُنھ کر کے پوچھا کہ کیا وہ اس وقت تک پہونچ گیا ہوگا- اُس نے کہا کہ ابھی نہین پہونچا ہے- قاضی نے کہا تو کیسا جانتا تھا کہ ابھی نہین پہونچا ہے اور قید کرنے کی دھمکی دی- آخر اُس نے مال واپس کر دیا- اس قسم کے تفرس ایاس کے بہت ہین مدائنی نے ایک کتاب لکھی ہے- جس کا نام زکن ایاس ہے ؛

سوال جواب عاقلانہ - دانایان عرب سے شن نام ایک مرد تھا جس نے یہ عہد کیا تھا - کہ تمام قبیلون مین تلاش کرون گا - تاکہ اپنے برابر دانا عورت سے نکاح کرون ایک دن راستہ مین ایک آدمی اُس کو ملا اور دونون ساتھ ساتھ چلنے لگے جب کچھ راہ طے ہوئی تو شن نے اُس سے کہا کہ تو مجھ کو سوار کر یا مین تجھ کو کرون اُس نے کہا کہ اے احمق تو بھی سوار ہے اور مین بھی سوار ہون - پھر یہ کیا کہتا ہے شن چپ ہو رہا آگے ایک کھیت آیا - جس کی زراعت لوگ کاٹ رہے تھے - شن نے اپنے رفیق سے پوچھا کہ یہ لوگ حاصل اس کھیتی کا کھا گئے یا نہین وہ بولا اے بیوقوف یہ کیا کہتا ہے کیا نہین دیکھتا ہے کہ ابھی کاٹ رہے ہین - جب گانون کے پاس پہونچے تو ایک جنازہ ملا شن نے کہا کہ صاحب جنازہ زندہ ہے یا مر گیا ہے - اُس نے کہا کہ مین نے ہرگز مثل تیرے کوئی جاہل آدمی نہین دیکھا تو مُردہ کو جنازہ مین دیکھتا ہے اور پھر پوچھتا ہے کہ زندہ ہے یا مر گیا شن کچھ نہ بولا اور چاہا کہ چلا جائے - اُس آدمی نے کہا کہ میرے گھر مین کچھ آرام کر کے جانا - اور اُس کو اپنے گھر لے گیا - اُس کی ایک بیٹی طبقہ نام تھی - اُس نے باپ سے پوچھا کہ یہ مہمان کون ہے اس نے کہا ایک احمق آدمی ہے - اور وہ سب قصہ کہا طبقہ نے کہا اے پدر تو احمق مت کہہ - یہ تو بڑا دانا ہے - کیونکہ اُس نے جو یہ کہا کہ تو مجھ کو سوار کر - اس سے یہ مطلب تھا کہ تو مجھ سے کوئی قصہ کہہ یا مین کہون تا کہ اُس کے شغل مین بعد مسافت کی زحمت کم ہو جائے - اور جو یہ پوچھا کہ حاصل کھیت

کاکھا گئے ہین یا نہین تو اس سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ مالکان زراعت
قرضدار ہین اور زراعت کا حاصل بیچ چکے ہین یا اپنے واسطے کاٹتے
ہین- اور جو یہ دریافت کیا کہ صاحب جنازہ مُردہ ہے یا زندہ اس
سے یہ جاننا تھا کہ آیا اُس کے بیٹا ہے جو اُس کے نام کو زندہ رکھے
یا بے عقب یعنے لاولد ہے اُس مرد نے جو یہ باتین سُنین تو شن
کے پاس آکر کہا کہ اگر تو چاہے تو تیری اُن باتون کا جو راستہ ہین
کی تحقیق- جواب دون اور یہ کہہ کر جو کچھ طبقہ سے سُنا تھا- وہ سب
اُس سے کہا- شن نے کہا یہ باتین تیری نہین ہین- سچ کہہ کس سے سیکھ آیا
ہے اُس نے جو اصل حال تھا- وہ کہدیا- شن نے طبقہ کی خواستگاری
کی اور نکاح کر کے اُس کو اپنے قبیلہ مین لایا-؛

انتخاب ہشتم از خزانہ عامرہ میر آزاد

امتحان شاعر- ابو سعد لاہوری ایک شاعر شیرین کلام تھا- سلطان ابراہیم غزنوی کی مجلس مین اس رباعی سے اس کا امتحان لیا گیا- جو اس نے فی البدیہہ کہدی اور سلطان نے اسکا منہ سونے سے بھر دیا-

همواره رخ نگار ما نوست نه گل	زین روی رخ نگار نیکوست نه گل
ما را رخ دوست باید ای دوست نه گل	زیرا گل چشم ما رخ اوست نه گل

مذمت قلعہ- ابو سعد سلطان ابراہیم کے حکم سے ۲۰ برس کے قریب قلعہ نائے مین قید رہا تھا اور اُس نے یہ رباعی قلعہ مذکور کی مذمت مین کہی تھی؛

ای نائے ندیدہ ام دلے شاد از تو	نائی تو و لیکن نہ ہد باد از تو ؛

اے نائی مرا چو نائی فریاد از تو	چند نالہ مرا چو نائے بکشاد از تو

فی البدیہہ - ایک دن امیر الامرا ذوالفقار خان نے قہوہ نوشی کے وقت یہ مصرعہ کہا:

عرق داغ لالہ قہوہ ماست

مرزا ابو تراب نے فوراً یہ دوسرا مصرعہ اس پر لگایا -

نور چشم پیالہ قہوہ ماست

امیر الامرا نے خوش ہو کر اس کو ۵ ہزار روپے عنایت کیے -

استغنا و شاعر - مرزا عبد القادر بیدل شعرائے متاخرین ہندوستان کا خاتم تھا - اس کی طبیعت حرص اور ہوا و ہوس سے آرمیدہ تھی - وہ کبھی اپنے عہد کے امیروں کی تعریف نہیں کرتا تھا - ۱۱۳۳ ہجری میں آصف جاہ نے اس کو دکن میں طلب کیا - تو اس نے نامہ کے جواب میں یہ بیت لکھ بھیجی:

من بستہ ام حنای قناعت بپائی خویش	دنیا اگر دہند نخیزم ز جائے خویش

کلام مبہم - شیخ عبد اللہ وحشت تخلص ایک نازک خیال شاعر اور ظریف مزاج تھا اس سے عبید اللہ خان نے جو اس کے ہمعصر امرا میں سے تھا کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا - مگر وفا نہ کیا - ایک دن وحشت نے اس سے کہا کہ میں نے اس شہر میں عبید اللہ نام کے ۱۲ - آدمی گنے ہیں اس نے پوچھا کہ کیا میں بھی ان میں ہوں تو کہا کہ نہیں تم عبید اللہ زیادہ ہو؛ اس کلام میں دو ابہام ہیں ایک تو ظاہر اور دوسرا یہ کہ ولایت ایران کے آدمی ۱۳ کے عدد کو نحس سمجھتے ہیں کسی چیز کو گنتے وقت جب تیرہ تک پہونچتے ہیں تو تیرہ کا نام نہیں لیتے ہیں - بجائے اس کے لفظ

زیادہ بولتے ہین۔ جیسا کہ اہل ہند شروع مین ایک نہین کہتے۔ اُس کی جگہ بغرض تفاول برکت کہتے ہین۔ پس دوسرا ابہام یہ کہ تم تیرھوین عبیداللہ[1] ہو +

جواب ہجو۔ جعفر نام شاعر عاشق تخلص نے مرزا ابوتراب غبار تخلص کی ہجو کہی غبار نے اس رباعی سے اُس کو جواب دیا ؛

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر ۔۔۔ شیرین و لطیف ہجو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار ۔۔۔ امروز برائے دیگرے گشتہ ہنر

صلۂ سخن۔ حیدری تبریزی نے ایک قصیدہ اکبر بادشاہ کی مدح مین کہا تھا مگر پڑھنے کی اجازت نہ ہوئی۔ تب اُس نے یہ قطعہ اُس کی بابت کہہ کر بھیجا ؛

در مدح بادشاہ سخن سنج ملک ہند ۔۔۔ گفتم قصیدۂ کہ پسندید ہر کہ دید
ز انسان قصیدۂ کہ بگاہ نوشتنش ۔۔۔ آب حیات بر ورق از خامہ میچکید
اما چو روزگار بد روزگار من نبود ۔۔۔ زان شاخ گل بپائے دلم خار غم خلید
نشنید شاہ عقدہ کشا مصرعہ ز من ۔۔۔ نکشود قفل آرزوئے من از آن کلید
بودم ز آبدیدہ خود غرق بحر خون ؛ ۔۔۔ کز غیب این ترانہ بگوش دلم رسید
حافظ وظیفہ تو دعا گفتن ست و بس ۔۔۔ در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

جب اکبر بادشاہ نے یہ قطعہ سُنا تو اُس کو دس ہزار روپیے اور خلعت عنایت فرمایا اور جب خزانچی نے روپیہ دینے مین کچھ دیر کی تو یہ قطعہ پیش کر کے اُسی دم لے لیا ؛

مشکلے دارم شہا خواہم کنم پیش تو عرض ۔۔۔ زانکہ زین مشکل مرا صد داغ حسرت بر دلست
سیم و زر را انعام کردی لیک از خازن مرا ۔۔۔ ہم گرفتن مشکل و ہم تا گرفتن مشکل است

[1] یعنی وہ عبید اللہ حاکم کوفہ جسکے حکم سے امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔

مذمت ہند۔ حیدری نے باوجود اس قدر احسان کے جو ہندوستان سے اُس کی نسبت ہوا پھر بھی اہل ہند کے حق میں یہ رباعی کہی ؎

در کشور ہند شادی و غم معلوم	آنجا دل شاد و جان خُرم معلوم
جائیکہ بیک روپیہ آدم بخرند	آدم معلوم و قدر آدم معلوم ؎

فضیلت ہند۔ آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں لکھا ہے کہ مرزا امین نے باوجودیکہ ولایت زا ہے۔ حیدری کی نسبت کلمہ استعجاب لکھا ہے اور فقیر نے بھی اسی معنی میں یہ مطلع کہا ہے ؎

در کابل تباہ دل بد نو فغان کند	ہمچون بلبل شکایت ہندوستان کند

ہندوستان کی مذمت کرنا حیدری کا ہی خاصہ نہیں تھا۔ بلکہ اہل ولایت ایران و توران قاطبتہً باوجودیکہ ہندوستان میں آکر گدائی سے مرزائی کے مرتبہ کو پہونچتے ہیں اور قلندر سے سکندر ہو جاتے ہیں۔ تاہم پاس حقوق اصلاً اُن کی خاطر میں نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنے زبان کو جو ایک عمر تک خوان الوان ہند کی نمکخوار ہوتی ہے۔ انواع مذمت سے آلودہ کیا کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان مطابق اُن کے عقیدہ کے بُرا ہے تو کیوں کسی کے بغیر بلائے ہوئے آنے کی تکلیف اُٹھاتے ہیں اور اپنے کو شیوہ حق ناشناسی اور عیب جوئی سے انگشت نما کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ ولایت والے بھی خود ہندی الاصل ہیں۔ کیونکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ آدم بہشت سے ہندوستان میں ہی نازل ہوئے تھے اور انہیں حدیثوں سے اسبات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ آدم کا توبہ اِسی جگہ قبول ہوا تھا۔ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں ایک لمبی چوڑی حدیث کعب احبار سے روایت کرتا ہے اور اُس حدیث میں واقع ہوا

ہے فعلیّ فی ہذا التربۃ انزلت التوبۃ یعنے پس اسی سرزمین یعنے ہندوستان
مین میرے اوپر توبہ نازل ہوا۔ بعد قبول توبہ کے آدم نے کعبہ کو سفر
کیا۔ اور عرفات مین حوا سے ملاقات ہوئی۔ اور پھر بعد ادائے مناسک
حج کے وہ ہندوستان مین تشریف لائے اور اس ملک مین رہ کر
اُنھون نے اولاد پیدا کی۔ چنانچہ تاریخ طبری اور کتاب بدؤ الخلق
امام محمد غزالی مین لکھا ہے۔ جب اولاد زیادہ ہوئی تو ہندوستان
سے منتشر ہو کر رفتہ رفتہ اقالیم سبعہ مین جا کر بسے۔ پس اصلی وطن تمام
بنی آدم کا یہی ہند ہے بعضے آدمی کہتے ہین کہ ہند ایک مغضوب زمین
ہے کیونکہ حقتعالے نے حالت غضب مین آدم کو بہشت سے نکال
کر ہند مین ڈالا مگر وہ اسباب سے غافل ہین کہ خدا نے حوا کو بھی
توجدہ مین جو سرزمین مکہ سے ہے ڈالا تھا اور یہ سرزمین مکہ باتفاق
اُمت محمدی تمام مقامات روئے زمین سے اشرف ہے۔ دراصل
تو خدا نے آدم کو بہشت کے عوض ہندوستان کا باغ عطا کیا تھا اور
ایک بہشت سے دوسری بہشت مین بھیجا تھا مؤلف کہتا ہے۔

گر نیست از بہشت فزون بوستان ہند | آدم ز ناز و نعمت جنت چسان گذشت

شیخ جلال الدین سیوطی جو کچھ تفسیر دُر منثور مین بذیل سورہ ما خفا فت روایت
کرتا ہے وہ مؤید اس کا ہے یعنے اخرج ابن ابی حاتم عن علی رضی اللہ عنہ
قال خرج وادی الناس وادی مکہ روا نزل بہ آدم بارض الہند اور نزول
آدم سے ثابت ہوا کہ آفتاب نبوت کا طلوع اول افق ہند سے ہوا ہے
اور فقیر نے ایک عجیب استنباط کیا ہے کہ حلول نور محمدی ہند مین قیاس
مساوات منطقی سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ صحیح حدیثون کے بموجب نور

محمدی صلب آدم مین امانت تھا اور اُن کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ پس اِس جگہ سے روشن ہوا کہ نور محمدی کی ابتدا ہند سے ہے اور انتہا عرب مین۔ وکفی بالھند شرفًا وفضلًا۔ اور تحقیق اِس قیاس کی منطق کی کتابون مین ڈھونڈنا چاہیئے۔ اگر کوئی دیدۂ دوربین سے ملاحظہ کرے تو آدم کا بہشت سے بعلت گندم خانۂ دنیا مین اُترنا ایک بہانہ اصل مقصد الٰہی کا اپنی شان اور تجلی ظاہر کرنے کے واسطے تھا اگر آدم یہان قدم رنجہ نہ فرماتے تو اِس خرابہ دنیا کو کون آباد کرتا۔ اور اُن تمام آثار بدیع واطوار غریب کو جو اُن سے مخصوص ہین کون ظہور مین لاتا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور فقیر نے ہندوستان کا ذکر کتب تفسیر اور حدیث سے اخذ کرکے ایک رسالہ ترتیب دیا ہے۔ جس کا نام شمامۃ العنبر رکھا ہے۔ وہ دیکھنے کے لائق ہے۔

جدت خیال۔ ایک دفعہ خاقانی نے یہ بیت کہہ کر خاقان منوچہر والی شروان کو بھیجی۔ **بیت**

یا وشاقی کہ در برش گیرم	دستقے دہ کہ در برم گیرد

خاقان خفا ہوا کہ کسواسطے دو نو چیزین نہین مانگین کیا یہ قصور ہمت شاہی تصور کرکے ایک کی تردید کی۔ خاقانی نے جب یہ سنا تو ایک مکھی کے پر وبال نوچ کر اس کو خاقان کے پاس بھیجا کہ گناہ میرا نہین ہے اس مکھی کا ہے مین نے باوشاقی لکھا تھا۔ مگر اس نے ب کے نقطہ پر فضلہ ڈال کرکے دو نقطے بنا دیئے۔ خاقان اِس لطیفہ سے کھل گیا اور اُس نے خاقانی کو بہت سا انعام دیا۔

سلہ جام ۲ پوستین ۵۰ کنیز۔

دفعِ دخلِ شاعرانہ۔ ایک دن سلطان خضر بن ابراہیم خاقان سمرقند نے عمعق سے جس کو ملک الشعرا کا خطاب دیا تھا پوچھا کہ رشیدی کے شعر کیسے ہیں اُس نے کہا خوب ہیں۔ لیکن ذرا نمک چاہیئے اتنے میں رشیدی بھی آپہونچا۔ خاقان نے عمعق کی بات اُس سے کہی اور اشارہ کیا کہ اس بات میں کوئی شعر موزون کرے رشیدی نے ابدیہہ یہ قطعہ کہا؂

شعرہائے مرا بہ بے نمکی ؂	عیب کردی روا بود شاید ؂
شعر من ہمچو شکر و شہد است ؂	اندرین ہا نمک نہ خوش آید ؂
گفتہ ات شلغم است و باقلا ؂	نمک اے قلتبان ترا باید ؂

خاقان کو بہت پسند آیا اور اُس نے چار طبق زر کہ ہر ایک میں ڈھائی ڈھائی سو اشرفیاں تھیں رشید کو بخشے؂

خطاب و عتاب شاعرانہ۔ اِس رشید نے وزیر سے خطاب کرکے کیا اچھا کہا ہے؂

تو وزیری و من ترا مداح ؂	دستہا من سبے عطا زو امینی ؂
تو وزارت ہمی سپار و مرا ؂	مدحتے گو سے تا عطا بینی ؂

صفت انار۔ رفیع قزوینی کی ایک مثنوی شاہ جہان آباد کی تعریف میں ہے جس میں اُس نے باغ حیات بخش کی صفت کرتے ہوئے یہ شعر انارون کے بیان میں بہت ہی برجستہ کہا ہے؂

انار دلکش این تازہ بستان	بود بیدانہ مثل نار پستان

شاہ جہان بادشاہ کی صاحبزادی جہان آرا بیگم نے اس بیت کو پسند کرکے پانسو روپیہ انعام کے رفیع کو بھیجے تھے؂

ایک دن سلمان ساوجی سلطان اویس کی مجلس مین تھا۔ جب جانے لگا تو سلطان نے فراش کو حکم دیا کہ شمع مع لگن زرین کے ہمراہ لیجا کر اُس کو گھر پہونچا دے۔ فراش نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر سلمان نے وہ شمع اُس سے لے لی اور دوسرے دن جو فراش نے طلب کی تو یہ بیت سلطان کو لکھ بھیجی ؛

شمع خود سوخت شب دوش و بزاری امروز	گر لگن را طلبد شاہ زمن می سوزم

بادشاہ نے ہنس کر وہ لگن اُسی کو بخشدی ؛

حفظ جان بواسطہ شعر۔ سلطان سیلگی نے جو اچھا شاعر تھا علی قلی خان کی صفت مین ایک قصیدہ کہا۔ خان نے اُسکو ہزار روپیے اور خلعت دے کر یہ درخواست کی کہ اپنا تخلص میرے واسطے چھوڑ دے کیونکہ اس کا بھی تخلص سلطان تھا۔ سلطان سیلگی نے اس کی بخشش کو پھیر کر کہا کہ مین اس تخلص سے شہرت تمام پا چکا ہون۔ پھر اب کیسے چھوڑ سکتا ہون سلطان نے کہا اگر تو نہین چھوڑتا ہے تو مین تجھ کو ہاتھی کے پاؤن کے نیچے ڈالتا ہون۔ اور فرط غضب سے ہاتھی بھی منگوایا۔ خان کے استاد مولانا علاؤالدین اری نے کہا کہ کوئی غزل دیوان جامی سے اس کو بتانا چاہیئے اگر فی البدیہہ اس کا جواب کہدے تو اُس سے درگذر کرین ورنہ جو ارادہ ہے اُس کو ظہور مین لا دین۔ اِس پر دیوان جامی کھولا تو یہ غزل نکلی۔

دل خطت را رقم صنع الٰہی دانست	ہر سر سادہ رخان حجت شاہی دانست

سلطان نے فی البدیہہ یہ غزل کہی جس کا مطلع یہ ہے۔

ہر کہ دل را صدف سر الٰہی دانست	قیمت گوہر خود را بہ کماہی دانست

خان بہت خوش ہوا اور دو چند صلہ دے کر عزت کیساتھ اسکو رخصت کیا۔

وسعت عدد ۹ - سرخوش نے جو مؤلف تذکرہ کلمات الشعرا ہے یہ رباعی عدد نو کی صفت مین کہی ہے:

باشی بسر حساب گر اے ہمدم:	وحدت نخورد ز جوش کثرت برہم
در ہندسہ نہ را چو مضاعف سازی	ہر چند کہ بشمری نہ آید برقسم

آزاد بلگرامی مؤلف تذکرہ خزانہ عامرہ کہتا ہے کہ علما کا اسبات پر اتفاق ہے کہ دانایان ہند علم حساب مین پیشقدم تھے افلاطون نے اپنے رسالہ مین جو حقیقت نقش مین لکھا ہے کہا ہے۔ الریاضی فینا و فی الہند ہندی سے ایک شاعر نے ہندسہ نو کے مضمون کو معلوم کرکے ہندی زبان مین باندھا ہے اور سرخوش نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ شعر ہندی یہ ہے:

دا کو نا نو ہروپ ہے جاگت ایہہ پار	جیسے کو تیسو نو کو ناوے ناو بچار

کلام باریک - جب کہ اسمٰعیل عادل شاہ والی بیجاپور نے سنہ ۹ مین بیدر کا قلعہ فتح کیا اور بہمنی بادشاہون کے خزانون پر قبضہ کرکے سخاوت اور فیاضی کی داد دی تو مولانا شہیدی قمی کو کہا کہ خزانہ مین جاکر جس قدر کہ زر سرخ اٹھا سکے لے آوے۔ مولانا نے عرض کی کہ چند دن مین گجرات سے اس درگاہ کو روانہ ہوا تھا۔ تو مجھ مین دو چند طاقت تھی اگر چند روز بعد کہ جب وہ طاقت پھر آجاوے اس کمترین خدمت پر مامور فرمایا جاؤن تو بہتر ہو۔ سلطان سخن پرور نے تبسم کرکے کہا کہ اچھا دو دفعہ خزانہ مین جاکر جو کچھ کہ اپنے ہاتھ سے اٹھا سکے اس مین کوتاہی نہ کرے۔ مولانا مجلس سے اٹھ کر خزانہ مین گیا اور دو دفعہ مین ۵۲ ہزار ہن کی ہمیانیان کہ جو اس زمانہ کے ایک

لاکھ روپے کے برابر ہوتی ہین یعنی اشرفی نکال لایا۔ جب خزانچی نے یہ خبر سلطان کو دی تو فرمایا کہ مولانا سچ کہتا تھا کہ مجھ مین طاقت نہین ہے۔ اِس کلام کی نزاکت ارباب ادراک پر واضح ہے کہ اِس مین خوش طبعی کا پہلو بھی آگیا۔ اور ہمت کا بھی ؞

صلہ کلام سنجیدہ ۔ شکیبی صفاہانی خانخانان کے مدحت گرون مین سے تھا۔ جب خانخانان نے سندھ کا ملک فتح کیا۔ اور وہان کے والی مرزا جانی کو پکڑ کر اکبر بادشاہ کی درگاہ مین حاضر کیا تو شکیبی نے اِس فتح کی تعریف مین ایک مثنوی لکھی جس مین یہ شعر بھی تھا ؎

ہماے کہ بر چرخ کردے خرام | گرفتی و آزاد کردی ز دام ؞

خانخانان نے اُس قصیدہ کے صلہ مین ایک ہزار اشرفی جو اُس وقت کے ۱۵ ہزار روپے کے برابر تھین اُسے عطا کین۔ مرزا جانی نے بھی اِسیقدر عنایت کین اور کہا رحمت خدا کی کہ تو نے مجھ کو ہما کہا اگر شغال کہتا تو کون تیری زبان کو پکڑ تا تھا ۔؞

وزن شاعر ۔ شانی تکلو شاہ عباس صفوی ماضی ایرانی کی ثناگسترون مین سے تھا شاہ نے اس کو قزوین مین سنہ مین اِس شعر کے صلہ مین سونے مین تولا تھا۔

اگر دشمن کشد ساغر دگر دست | بطاق ابروی مستانہ اوست

تحسین وزن شاعر ۔ ملا لطفی نے اس بارہ مین کہا ہے۔

شاہا ز کرم جہان منور کردی | ملک دل عالمی مسخر کردی ؞
شاعر کہ بخاک رہ برابر شدہ بود | برداشتی و برابر زر کردی ؞

لہ ہزار اشرفیون کے اب تو ساڑھے ۲۲ ہزار روپے ہوتے ہین۔

عذرِ صفت شراب ۔ ملا شیدا نے بھی جو اپنے زمانہ کے مشہور شاعروں مین سے تھا شراب کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا تھا جس کا مطلع یہ ہے ۔ ٭

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے ۔۔۔ حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

علما نے اس شعر پر اس کی تکفیر کا فتوے لکھا اور شاہجہان بادشاہ نے اس کو ممالک محروسہ سے نکل جانے کا حکم دیا اس نے عذر مین یہ قطعہ لکھا اور ملا جامی کے اس قول سے استشہاد کیا ٭

از مراحی دو بار قلقل مے ۔۔۔ پیش جامی بہ از چہار قل است ٭

قطعہ

جہان پناہا شاہا بقدر جاہ و جلال ۔۔۔ نیافرید خدا مر ترا عدیل و نظیر ٭
بوصف می زدہ ام از سر این دو مصرعہ خوش ۔۔۔ کہ گشتہ در زبان ہمہ صغیر و کبیر ٭
اگرچہ لفظش عام است و معنیش خاص است ۔۔۔ بخاص و عام بود روشن این چو بدر منیر ٭
چنانکہ ہیکش اسرار مولوی جامی است ۔۔۔ کہ ہست گفتۂ او دور از ور تقصیر ٭
بوصف می ز مراحی دو بار قلقل مے ۔۔۔ بہ از چہار قلش خواند فارغ از تکفیر ٭
مرا بکفر چہ نسبت بود کہ بہ زمنے ۔۔۔ سخن چنین کند و ہیچ نایدش بضمیر ٭
ہمین نہ تنہا می صرف آب انگور است ۔۔۔ بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر ٭
بہرچہ کش شدہ سرگرم ہست بادۂ او ۔۔۔ اگرچہ آن نبود در نظر شراب عصیر ٭
مرا چو شاہ براند بجا تو انم رفت ۔۔۔ بگاہ در اندن از کف گہار و شمشیر ٭

یہ قطعہ مقربان بساط حضور کے وسیلہ سے گزر کر باعث موقوفی اخراج ہوا ٭

صفت نازک دماغی بیگم۔ ایک دن شاہ جہان بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم ایک باغ کی سیر کو جاتی تھی۔ وہان جو سواری کا اہتمام ہونے لگا تو میر صیدی طہرانی باغ کے باہر ایک کوٹھری مین چھپ رہا بیگم ہاتھی پر سوار آئی اور برقع منھ پر ڈالے ہوئے تھی میر نے کوٹھری مین سے منھ نکال کر یہ بیت پڑھی +

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش	تا نکہت گل بیختہ آید بد ماغش +

بیگم نے بظاہر بید ماغ ہوکر حکم دیا کہ یہ کون ہے اِس کو پکڑ لاؤ۔ خواجہ سرا جو سواری مین تھے دوڑے اور میر کو گھسیٹے ہوئے لے گئے۔ بیگم نے کہا کیا پڑھتا ہے پھر پڑھ اُس نے پھر وہی بیت پڑھی بیگم سنتی ہوئی باغ کے اندر چلی گئی۔ اور فرمایا کہ اِس مغل کو ۵ ہزار روپیے دین اور شہر بدر کرین +

عذر خواہی نشہ۔ دیانت خان نے طالب آملی کی تعریف گوشگذار کر کے جہانگیر بادشاہ کو اُس کا مشتاق کیا اور حضور مین لے گیا۔ اتفاق سے طالب نے اُس دن ذہن کھلنے کے لئے نشہ کھا لیا تھا جس کے غلبہ سے بادشاہ کے روبرو کچھ نہ کہہ سکا۔ اِس سے دیانت خان کو بھی بارگاہ شاہی مین سخت شرمندگی لاحق ہوئی طالب جب ڈیرہ پر پہونچ کر ہوش مین آیا تو اس نے اُسی وقت یہ قطعہ بھیج کر خان سے عذر خواہی کی +

سفر چی زدہ بودم بقصد گفتن شعر	عروج نشہ او کرد ہر چہ کرد بمن
بہ بزم بادشہ زانت زبان نہ پیکر دید	کہ گشتہ بود ز خشک تر زبان و دہن

استعفاء مہرداری۔ طالب چند عرصہ تک اعتماد الدولہ کا مہردار بھی رہا تھا۔ اور پھر یہ قطعہ کہہ کر اعتماد الدولہ کو استعفاء دیدیا۔

دو صنف اند اہل طبیعت کہ ہرگز	ندارند با ہم سر سازگاری

یکے را فرومایگی کرد شاعر	پئے را بزرگی و عالی تباری
من آن شاعرم شکر ایزد کہ دارم	ز بخت بلند خود امید واری
کہ گر دہر یا قوت یک دانہ گردد	در و بینم از چشم نا اعتباری
بگلزار معنی ہزار فصیحم	بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری
چو مہر تو دارم چہ حاجت بمہرم	مرا مہر داری بہ از مہر داری

اعتماد الدولہ نے استعفا منظور کرکے اس کو سلک ملازمان جہانگیری مین منتظم کر دیا اور پھر اُس کی ترقی مین یہان تک کوشش کی کہ ملک الشعرا کا خطاب اُس کو مل گیا۔

حفظ ریش تراشی ۔ اکبر اور جہانگیر ہندوؤن کی بعض رسوم کو پسند کرکے ڈاڑھی منڈایا کرتے تھے ایک دفعہ طالبا کو بھی حکم ہوا کہ ڈاڑھی منڈا کر آوے طالب نے یہ قطعہ عرض کرکے اپنی ڈاڑھی بچالی۔

سفر سے کم ہا جاو رنہ من	چہ سر بلکہ گردن تراشیدمی
بناخن نہ با تیغ از رو سے خود	من این مشت سوزن تراشیدمی
سر و ریش و ابرو بروت و مژہ	برسم برہمن تراشیدمے
از و این گیاہ خدا کشتہ را	نہ از بہر خرمن تراشیدمے
کہ سنبل چو آرایش دامنست	پے زیب دامن تراشیدمی
چو را ہم بود خارج از رسم تو	کہ ہو وقت رفتن تراشیدمے
وگرنہ بالہا سے آبروسے تو	سر از صفحۂ تن تراشیدمے

حسن طلب شتر ۔ ظہیر فاریابی نے اونٹ کے واسطے یہ قطعہ سلطان قزل ارسلان سے عرض کیا ۔ اور سلطان نے خوش ہو کر اُس کو شتر خاصہ عنایت فرمایا

ایا شہے کہ فلک را مہار در بینی ... کشند رفاق تو ہمچون شتر کشیدہ فراز
خرد برقص در آمد زشوق خدمت تو ... جواشتران عرب بر نوائے اہل حجاز
ز نا تمامی خصم تو چون شتر مرغ است ... نہ زور بار کشیدن نہ قوت پرواز
بسان اشتر دولاب گشتہ سرگردان ... نہ از نہایت کار آگہ و نہ از آغاز
خدا ایگانا من بندہ مدتے بودم ... فتادہ چون شترے بے مہار در تگ و تاز
کنون زبے شتری ہست پر دلم بارے ... کہ صد شتر نکشد آن بعمر ہائے دراز
حکایت شتر و ماہتاب و اعرابی ... شنیدہ ام کہ شنیدہ ہست شاہ بندہ نواز
مراکہ در شب افلاس گم شدہ ست شتر ... بماہتاب قبولت سزد کہ یابم باز

عبارت مختصر۔ ظہوری سے جب کہ اپنا ساقی نامہ احمد نگر مین برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا تو اُس نے کئی ہاتھی نقد وجنس سے بھر کر اُس کے صلہ مین ظہوری کے پاس بھیجے۔ ظہوری اُس وقت قہوہ خانہ مین بیٹھا ہوا تمباکو پی رہا تھا لانے والون نے رسید مانگی ظہوری نے قلم اُٹھایا اور ایک کاغذ کے پرچہ پر لکھدیا کہ تسلیم کردند و تسلیم کردم ✽

مذمت شال۔ ایک دفعہ مولانا ظہوری نے ایک شال ملا عرفی کے واسطے بھیجی۔ مگر وہ قابل ہدیہ نہ تھی اس سئے ملانے جو رقعہ ظہوری کے جواب مین لکھا اُس مین ۴ رباعیان اُس شال کی مذمت مین درج تھین اُن مین سے ایک یہ ہے ✽

رباعی

این شال کہ وصفش نہ حد تقریر است ... آیات رعونت مرا تفسیر است
تا منش نکنی قیاس کشمیر کنز و ✽ ... صد رخنہ اکار رہ وہم کشمیر است

صفت لطف شراب۔ ایک دفعہ ناصر علی کسی باغ مین شراب پی رہا تھا جب ساقی نے شیشہ سے شراب پیالہ مین ڈالی تو قلقل

سے جو کف کہ شیشہ مین ہو جاتا ہے ظاہر ہوا اور ناصر علی سے نے فی البدیہہ یہ شعر کہا۔

کہ این ہست را اشتر جنگ ناتمام یافتہ ✻ کہ مینا ہم ز جوش سے زرہ زیر قبا دارد

تقاضائے قیمت جیغہ ۔ نکہت خان عالی شیرازی نے ایکدفعہ ایک جڑاؤ جیغہ زیب النسا بیگم کی سرکار مین بیچنے کو دیا تھا۔ جب بہت عرصہ ہوگیا اور قیمت نہ ملی تو اُس نے یہ رباعی لکھکر بیگم کی خدمت مین بھیجی:

اے بندگیت سعادت اختر من ✻ در خدمت تو عیان شدہ جوہر من
گر جیغہ خریدنی است پس کو زر من ✻ ور نیست خریدنی بزن بر سر من

بیگم نے ۵ ہزار روپے مع جیغہ کے اُس کو عنایت فرمائے۔

رباعیات مصنوع ۔ مولانا لطف اللہ نے یہ رباعی جو چار شہر چار دن چار عنصر اور چار پھولون کے نام پر حاوی ہے۔ بہت برجستہ کہی ہے۔

در مرو دیر[1] لالہ آتش انگیخت ✻ دستے[2] نیلوفر بلخ در آب گریخت
در خاک نشابور گل امروز شگفت ✻ فردا بہری[3] با دسمن خواہد آمیخت

اسی کی یہ رباعی بھی صنعت مراعات نظیر مین ممتنع الجواب ہے کہ جس مین چار دن چار جوہر چار سلاح چار عنصر اور چار پھول کے نام آگئے ہین

گل داد پر یر درع فیروزہ بباد ✻ دے جوشن لعل لالہ بر خاک نہاد
داد آب سمن خنجر مینا امروز ✻ یاقوت سنان آتش نیلوفر داد

ایضاً ۔ قیلان بیگ نے بھی اگلی رباعی کا جواب خوب لکھا ہے۔

افروخت بقم[4] لالہ پریر آتش طور ✻ دے گشت گل افشان تبت[5] از باد و لو

سلہ[1] پرسون سلہ[2] کل سلہ[3] ہرات مین سلہ[4] قم مین سلہ[5] تبت

امروز برتے بنفشہ شاداب شگفت — فردا ومد از خاک ہمی سوری سور

ایضاً ۔ خان آرزو نے بھی چار پیغمبر چار پھول چار عضو اور چار عنصر کے نام اس رباعی مین لایا ہے ؂

گلنار در آتش چو قد ابراہیم — در خاک چمن لالہ بود دست کلیم
افشردہ قدم چو خضر سبزہ لب آب — نسرین چو دہان عیسی از فیض نسیم

ایضاً ۔ مرزا امین اصفہانی نے بھی مولانا لطف اللہ کے تتبع مین یہ رباعی کہی ہے جس کے ہر مصرعہ مین ایک سلاح ایک ایک گل ایک ایک عنصر اور ایک ایک دن کا نام آگیا ہے ؂

پوشید سپر گل زرہ ز آتش زر — وے باد بلو لوے سمن زد خنجر
آب یاقوت خود و لالہ ست امروز — فردا خاک است نرگس نیم سپر ؂

صفت ہلال عید ۔ ایک دفعہ سلطان معزالدین سنجر سلجوقی نے عید کا چاند دیکھ کر انگلی کے اشارہ سے دوسرون کو بھی دکھلایا معزی نے فوراً یہ رباعی عرض کی ؂

اے ماہ کمان شہریاری گوئی ؂ — یا ابروے آن طرفہ نگاری گوئی ؂
نعلے زدہ از زر عیاری گوئی ؂ — در گوش سپہر گوشواری گوئی ؂

سلطان نے خوش ہو کر اسی وقت ایک گھوڑا عنایت فرمایا ۔ معزی نے پھر یہ بدیہہ کہا ؂

چون آتش خاطر مرا شاہ بدید ؂ — از خاک مرا بر زبر ماہ کشید
چون آب یکے ترانہ از من بشنید — چون باد یکے مرکب خاصم بخشید

سلطان نے پھر ایک ہزار دینار اس کو عنایت کئے اور حکم دیا کہ میرے لقب سے اس کو بھی پکارا کرین ۔ چنانچہ اس دن سے اس کا لقب معزی

ہوگیا ؀

حسنِ طلب و صفت عذرِ ملیح ۔ ایک دن سلطان گوے بازی میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑا ۔ معزی نے خوش طبعانہ یہ رباعی عرض کی ؀

شاہا ادبے کن فلک بدخو را ؀ ۔۔۔ کو چشم رسانید رخ نیکو را ؀
گر گوے خطا کرد بچوگانش زن ۔۔۔ در اسپ خطا کرد بمن بخش او را ؀

سلطان نے خوش ہو کر وہ گھوڑا اُس کو دیدیا اور معزی نے پھر یہ بدیہہ عرض کیا ۔

رفتم بر اسپ تا بجز مش بکشم ؀ ۔۔۔ گفتا کہ نخست بشنو این عذر خوشم
پئے گاو زمینم کہ جہان برگیرم ؀ ۔۔۔ نے چرخ چہارم کہ خورشید کشم

تحسین زخم تیر ۔ ایک دن سلطان تیر اندازی کر رہا تھا ۔ تیر خطا ہو کر معزی کے لگا جو خدمت میں آیا تھا ۔ جب معزی کو اس زخم سے شفا ہوئی تو ایک قصیدہ کہہ کر سلطان کو سنایا جسکا مطلع یہ ہے ۔

منت خدای را کہ بفضل خدایگان ۔۔۔ این بندہ بیگناہ نشد کشتہ رایگان

اسی قبیل سے اُس کی یہ رباعی بھی ہے ؀

گر سینہ بخست شاہ سنجر ما را ۔۔۔ کم نیست خمار عشق در سر ما را
گر دل بربود یار دلبر ما را ۔۔۔ پیکان عوض دل است در بر ما را

لطافت کلام ۔ یہ رباعی سلاست الفاظ اور لطافت کلام میں معزی کی مشہور ہے ؀

اے سیم ذقن سخن ز گو بیت گویم ۔۔۔ وے سوسن میان ز عشق موبیت مویم
گر آب شوم گذر بجو بیت جویم ؀ ۔۔۔ در تیر شوم بہ پیش رو بیت رویم

رباعی ذو قافیہ ۔ معزی کی یہ رباعی بھی کہ جس میں

حاجت[1] دو قافیون کے درمیان ہے قابل صاد ہے۔

ای شاہ زمین بر آسمان داری تخت	شست است عدو تا تو کمان داری سخت
حملہ سبک آری و گران داری رخت	پیری تو بشد پیر و جوان داری بخت

شعر نادر۔ مولانا محتشم کاشی نے ردیف کو حاجت کے اوپر بڑھا کر چھوٹی بحر مین یہ شعر کیا اچھا کہا ہے؀

ای طور ترا احسان خریدار	من جور ترا بجان خریدار[2]

حسن طلب و شکریہ لگن۔ مجد الدین ہمگر جو نوشیروان سے اپنی نسل ملاتا تھا۔ اتابک سعد بن ابوبکر والی شیراز کا مصاحب تھا۔ اور اُس کو خطاب بھی ملک الشعرا کا ملا ہوا تھا۔ ایک رات اتابک کی مجلس سے رخصت ہو کر گھر جانے لگا۔ اتابک نے زرین لگن کی ایک شمع اُس کے ساتھ کی صبح فراش نے لگن کا تقاضا کیا مجد الدین ہمگر نے یہ قطعہ نظم کر کے اتابک کے پاس بھیجا؀

خدایگانا آنی کہ شمع دولت تو	چراغ شعلہ خورشید را دہد روغن
حکایت شب دوشین و شمع آمد یاد	کہ کرد ہمرہ این تیرہ رائے شاہ زمن
زروشنائی او شد چو بزم کیخسرو	سرای بندہ کہ بد تیرہ چون چہ بیژن
کنون زحسرت آن بارگہ کہ باقی باد	ہمیگداز دو ہمی ریزد اشک بر دامن
ہوائے گلشن دیدار شاہ می طلبد	کہ خوش بود رخ زیبا و شمع در گلشن
لگن لفاست جوہر نمود و کرد ابا	زخانہ کہ زسنگ اندرو بود ہاون
چو جنس خویش ندید و چو جفت بود جدا	شکست خواست شد از غایت عنا و حزن

[1] اس رباعی مین لفظ داری حاجت ہے [2] اسی طرز مین ایک اور شعر بھی کسی شاعر کا ہے اگر تار گریبان تو باشد۔ نظر بار گریبان تو باشد یعنی نظر عشاق۔

زمین مهاوت طشت خانہ سے طلبید ۔۔۔ چنانکہ میل جواہر بود سوئے معدن
بماند لمعش در بندہ خانہ فی الجملہ ۔۔۔ ولیک باز سوئے طشت خانہ تاخت لگن

اتابک نے وہ لگن بھی اس کو بخشدی اور ایک اور بھی بھیجی۔ بلکہ جواب مین یہ اشعار بھی لکھے۔

طشت شمع زرت فرستادم ۔۔۔ تو اضع برت فرستادم
دیگرے مثلش ارچہ کم باشد ۔۔۔ با یکے دیگرت فرستادم

زود نویسی ۔ ایک دن خواجہ بہاء الدین کی مجلس مین سرعت قلم یعنے زود نویسی کا ذکر آیا تو مجد نے کہا کہ مین کتاب سلجوقنامہ کو ایک دن مین لکھ سکتا ہون خواجہ نے فرمایا اس دعوے کو ثابت کرنا چاہیئے مجد نے ایک دن مین وہ کتاب لکھدی اور اس کی پشت پر یہ قطعہ درج کیا:

بحکم قاطع دستور و خواجہ اسلام ۔۔۔ بہاء ملت و دین خواجہ سپہر غلام
کمینہ چاکر محکوم بندہ فرمان ۔۔۔ بدست خویش کہ فرماندہ است بر اقلام
بچند ساعت روزی کہ از دو دانگ شبے ۔۔۔ کتاب قصہ سلجوقنامہ کرد تمام
بسال ششصد شصت و نہ از حساب عرب ۔۔۔ شب دوشنبہ و فرخندہ سلخ ماہ صیام

خواجہ نے ۳ ہزار دینار انعام دیا۔

فی البدیہہ وصلہ نظامی عروضی سمرقندی سلطان علاؤ الدین جہانسوز غوری کا ملازم تھا۔ اور اس عہد مین دو نظامی اور بھی تھے۔ اتفاق سے عید کے دن مہتر زادہ بلخ نے ان دونون نظامی کی تعریف سلطان کی مجلس مین کی اور کہا کہ اس نظامی کی حقیقت سے مجھ کو اطلاع نہین ہے اگر اس معاملہ مین کہ جو مذکور ہوا کوئی شعر کہے تو آپ کی استعداد معلوم ہو سلطان نے فرمایا ہان اے نظامی اب ہم کو خجل نکرنا۔ ابھی دو شعر بدیہ

جو اس مجلس مین چل رہا تھا۔ ختم نہ ہوا تھا کہ نظامی نے یہ اشعار موزون کرکے سنائے ؀

در جہان سہ نظامی ایم اے شاہ ⁂ کہ وحید زمانہ ایشانند ؀
من یکے بندہ پیش تخت شہ ام ⁂ وان دو در مرو پیش سلطانند ؀
بحقیقت کہ در سخن امروز ؀ ⁂ بے سخن مفخر خراسانند ؀
گرچہ ہمچو روان سخن گویند ؀ ⁂ ور چہ ہمچو خرد سخن رانند ؀
من شرابم کہ شان چو دریا بند ⁂ ہر دو از کار خود فرو مانند ؀

بہتر زادہ اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا۔ اور سلطان نے انعام مین اس عید سے عید قربان تک سیسہ کی کھان نظامی کو بخشدی۔ جس سے اس مدت مین ۱۲ ہزار من سیسہ اس کو حاصل ہوا ؀

استدعائے سنگ قبر۔ جب کہ مولانا نظام استرآبادی مرا تو اس کی لڑکی نے یہ قطعہ واسطے سنگ تربت کے حاکم وقت کے پاس بھیجا ؀

سر فراز انظام سحر کلام ؀ ⁂ داشت در جان و دل محبت تو
از چہ رو ماندہ قبر او بے سنگ ⁂ ہمچو آید از مروت تو ؀
در زبان حیات چون نخشید ⁂ منت دیگران بدولت تو
در تہ خاک نیز آن بہتر ؀ ⁂ کہ بود زیر بار منت تو

بخشش لاک روپیہ۔ ملا نظیری نے ایک دن کسی تقریب سے نواب خانخانان کو عرض کیا کہ ایک لاکھ روپیہ کا کس قدر ڈھیر ہوتا ہے نواب نے روپیہ منگواکر اس کے آگے ڈھیر کرادیا۔ ملا نے دیکھ کر شکر کیا کہ مین نے نواب کی بدولت اتنا روپیہ دیکھا نواب نے وہ سب اسی کو بخشدیا ؀

نتیجہ فکر۔ واقف بٹالوی ایک نازک خیال شاعر تھا۔ ایک شب عالم خواب

مین یہ مصرعہ اُس کے خیال مین گزرا۔ ع

جام طرب بدست تو لبریز دادہ اند

بعد بیدار ہونے کے اس پر یہ پیش مصرعہ لگایا۔ ع

در خندہ اختیار نداری برنگ گل

واقف نے ایک وقت یہ مصرعہ کہا۔ ع

ای چراغت بکف از رنگ حنا زودیا

اور چھ مہینے تک فکر کرتا رہا۔ جب کہین یہ پیش مصرعہ بہم پہونچا۔

دل ز دستم بہ شبستان غمت گم گردید

حُسن طلب۔ ایک دفعہ واقف اورنگ آباد سے ہندوستان کو روانہ ہوا۔ راستہ مین ڈاکو اُس کا تمام ساز و سامان لوٹ لے گئے لیکن عینک اور کچھ پارہ جو کیمیا سازی کے لئے ہمراہ تھا رہ گیا۔ اُس نے یہ شعر اور رباعی خط مین لکھ کر میر غلام علی آزاد مؤلف تذکرہ خزانہ عامرہ کے پاس بھیجی اور خرچ کی مدد چاہی میر مذکور نے کچھ خرچ اُسکے واسطے بھیج دیا۔

عینکی و پارہ سیماب بما ماندہ است — چشم بیخواب و دل بیتاب بما ماندہ است

کردند غریب غارتی راہ زنان — سر ماندہ و نماند ہیچ چیز از سامان

بردند ہر آنچہ بود الا عینک — وا ماندہ بما ہمین دو چشم حیران

کلام ذو معنی۔ جب کہ ہلالی استرآبادی نے کتاب شاہ و درویش تصنیف کرکے بدیع الزمان مرزا ابن سلطان حسین مرزا والی ہرات کی خدمت مین پیش کی تو مرزا نے انعام مین علاوہ دوسری چیزون کے ایک غلام بچہ خوبصورت بھی جو اُس نے مانگا تھا عنایت فرمایا ملا حیدر کلوخ نے اس بارے مین یہ قطعہ کہہ کر شاہزادہ مذکور کی نظر

سے گزرانا ؛

تهاکامگار اپنے خادمانت	فرستاده شد زین دعا گو پیامے
ہلالی غلامے طلب کرد و داوی	مرا ہم بده چون ہلالی غلامے

اس کلام کا لطف دقیقه شناسون سے پوشیده نہین ہے ؛

لطیفہ حسن طلب - بیرم خان نے ہاشمی کی ایک غزل پسند کر کے اپنے نام سے مشہور کرائی اور ہاشمی کو ساٹھ ہزار تنکہ نقد اُس کے عوض مین دیئے - اور پوچھا کہ این قدر مبلغ چون است اُس نے فی البدیہہ یہ لطیفہ کہا شصت کم است - خان نے چالیس ہزار تنکے اور دیے کر پورے ایک لاکھ کر دیئے - اس مین یہ لطیفہ ہے کہ کم کے عدد حساب جمل سے ساٹھ ہوتے ہین اور وہ لاکھ تنکے کی غزل یہ ہے ؛

من کیستم عنان دل از دست داده	در دست دل براه غم از پا فتاده
دیوانه وار در کمر کوه گشته	بے اختیار سر به بیابان نهاده
گاہے چو شمع ز آتش دل در گرفته	گه چون فتیله با دل آتش فتاده
بیرم ز فکر اندک و بسیار فارغیم	هرگز نگفته ایم کمی یا زیاده ؛

انتخاب نہم از تذکرہ آتشکدہ آذر

قطعہ حسب حال - سلطان آتسز جو آخر کو خوارزم کا بادشاہ ہوگیا سلطان سنجر سلجوقی کے غلام زادون مین سے تھا - وہ ایک دفعہ باغی ہوگیا - اور سلطان سنجر نے اُس کے اوپر لشکر کشی کی وہ تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے بھاگتے یہ قطعہ کہہ کر سلطان کے پاس بھیج گیا ؛

مرا با ملک طاقت جنگ نیست	ولیکن بصلحش ہم آہنگ نیست

اگر بادپایست بحران شاہ | یکیست مرا نیز بالنگ نیست
ملک شہریار است و شاہ جہان | گر ہزار چنین پادشا ننگ نیست
بخوارزم آید بیفتسین روم | خداے جہان را جہان تنگ نیست

جواب شعر سلطان - خواجہ امیر بیگ جو اول دیوان شاہ طہماسپ صفوی تھا اور بعدہ بعلت شوق علم عدد اور نیرنجات کے شاہ کی نظروں سے گر کر خراسان کے ایک قلعہ مین قید کیا گیا تھا - جب عبید اللہ خان اوزبک خراسان مین آیا - تو ایک نامہ خواجہ کو لکھا جس کے عنوان مین یہ بیت لکھی -

ای خواجہ بعد ازین طمع از زندگی ببر | زان رو کہ گشتہ مسند خانی ازان ما

خواجہ نے یہ قطعہ جواب مین لکھ کر عبید اللہ خان کو بھیجا -

اے باد اگر باہل خراسان گزر کنی | زنہار عرضہ دہ بر ایشان پیام ما
وانگہ بگو زراہ وفا آن گروہ را | کاے گشتہ کینہ خواہ شما خاص عام ما
کلک غرور جہل شما ثبت کردہ بود | ور رقعۂ کہ بود دران رقعہ نام ما
کاے خواجہ بعد ازین طمع از زندگی ببر | زان رو کہ گشتہ مسند خانی ازان ما
اے مدعی مگر نشنیدی کہ مے رسد | شاہ ستارہ خیل و سپہر احتشام ما
باشد جواب دعوئے خانی کہ کردۂ | بیتے کہ گفتہ حافظ شیرین کلام ما
چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان | کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما
ما بندگان حضرت شاہ ولایتیم | ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

گلۂ صلہ کم از توقع - شریف تبریزی نے شاہ نعمت اللہ یزدی کی مدح مین قصیدہ کہا - اور اُس کا لائق صلہ نہ پایا تو یہ قطعہ اس بارے مین لکھ کر شاہ کے پاس بھیجا ؎

شاہ نعمت اختر برج سعادت شاہ یزد
آنکہ چرخ سر نپیچد ز طوق انقیاد

چون بہ تبریز آمد ارباب سخن گشتند از و
ہر مراد خویش قادر جز شریف نامراد

با وجود آنکہ گفتم مدح او بیش از ہمہ
از ہمہ کمتر دریچہ انعام بر رویم کشاد

گرچہ محتاجم ولیکن بیش از آنم ہست ہست
کز عطاہائے کمم گردد دل غمدیدہ شاد

کاسہ کلکی ہیچم ندادے تا چہ حافظا گفتے
داور روزی رسان توفیق نصرت شان باد

گلہ کمی وظیفہ۔ عذری تبریزی کا وظیفہ سرکار دیوان اعلی شاہ عباس صفوی سے مقرر تھا ایک دفعہ اُس کے وظیفہ مین کچھ کمی بیشی ہوئی تو اُس نے یہ رباعی اس بارے مین کہی ؏

از دولت شاہ ابو تراب قاضی
مستقبل ما رشک برد بر ماضی

ہر سال سرے بود بصد من گندم
سر صد شدہ امسال بیک من ماضی

ہجو یہ خلعت نامقبول۔ ملا محمد عصار مصنف مثنوی مہر و مشتری کو شیخ الاسلام نے ایک خلعت دیا تھا مگر وہ اُس نے نہ پہنا اور نہ عذر مین یہ قطعہ لکھا۔ جو کہ بہت ہی خوب ہے ؏

جامہ بخشیدہ شیخ اسلام اعظم بندہ را
وہ مبارک جامہ سال فراوان یافتہ

رشتہ تو از برائے آدمش ربد و حال
پیرہنش در کارگاہ از بہر عیسی بافتہ

وانگہ از مفتول پشم نا تو پیغمبرش
فاطمہ گشتہ رفوگر ہر کجا بشکافتہ

من چہ حد دارم کہ پوشم جامہ را کاندر و
آفتاب طلعت چندین پیمبر تافتہ

شرح تکلیف طاقیہ۔ ہلی آقا خان حاکم تبریز کے مصاحبون مین سے ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اور کمال محرمیت سے اُس کی مجلس کے گل رخسار ساقیون کے ساتھ ہنسی ٹھٹھہ کیا کرتا تھا۔ ہر چند کہ دوسرے مصاحب اُس کو اِس حرکت سے منع کیا کرتے تھے لیکن نہین مانتا تھا۔

آخر خان نے ایک جز اطاقیہ (اندھیری) چمڑہ کا سلوا کر مجلس میں رکھا جو بروقت بزم آرائی مولانا کے سر پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ مولانا نے تنگ آکر یہ رباعی طاقیہ کے عذر میں کہی:

سوئے دلم اے دلبر دیرینہ بیا ۔ گنج گہرے جانب گنجینہ بیا
تا از رہِ دیدہ تنگ بندست مروم ۔ در خلوت دل ز روزن سینہ بیا

ہجو بلیغ۔ خاقانی کا استاد ابوالعلا تھا۔ مگر جب خاقانی نے ابوالعلا کی بدولت خاقان منوچہر شروانی سے کافی فائدہ اٹھایا تو استاد سے براہ غرور چشم پوشی کرنے لگا استاد نے بھی ناراض ہو کر اسکی ہجو میں کئی قطعے کہے از انجملہ ایک یہ ہے۔

خاقانیا اگرچہ سخن نیک دانیا ۔ یک نکتہ گویمت بشنو رایگانیا
ہجو کسے مکن کہ ز تو مہ بود بسن ۔ شاید ترا پدر بود و تو ندانیا

فی البدیہہ رنگین۔ ایک دن سلطان حسین مرزا ایک باغ میں مشغول صحبت آرائی تھا مولانا بھی آیا اور اندر جانے لگا مگر بخت نام غلام نے جو دروازہ باغ پر متعین تھا اسکو جانے نہ دیا مولانا نے اسی جگہ یہ دو شعر فی البدیہہ لکھکر رقعہ کو ایک خالی سیب میں رکھا اور پانی کے راستہ سے اندر روانہ کیا سلطان نے رقعہ پڑھتے ہی مولانا کو اندر بلا لیا۔

دو چشم فرش آن منزل کہ سازی جلوہ گاہ آنجا ۔ بہر جا پا نہی خواہم کہ باشم خاک راہ آنجا
چہ خوش بزمی است رنگین مجلس خاقان چہ سود آنجا ۔ کہ نتوان شد سفید از شوئی بخت سیاہ آنجا

جواب فی البدیہہ۔ ہاتفی ملا جامی کا بھانجا نامی شاعروں میں سے تھا۔ اس نے خمسہ نظامی کے جواب میں چار کتابیں لکھی ہیں۔ کہتے ہیں اول مولانا جامی سے اس نے اس بارے میں ذکر کیا تھا۔ مولانا نے بطور امتحان فردوسی کے اس قطعہ کا جواب ہاتفی سے چاہا۔

درختے کہ تلخ است آنرا سرشت ۔ گرش بر نشانی بباغ بہشت
ور از جوئے خلدش بہنگام آب ۔ بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بکار آورد ۔ ہمان میوۂ تلخ بار آورد

ہاتفی نے یہ قطعہ عرض کیا:

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت ۔ نہی زیر طاؤس باغ بہشت
بہنگام آن بیضہ پروردنش ۔ ز انجیر جنت دہی ارزنش
دہی آبش از چشمۂ سلسبیل ۔ بر آن بیضہ گر دم دمد جبرئیل
شود عاقبت بچہ زاغ زاغ ۔ برد رنج بیہودہ طاؤس باغ

مولانا جامی نے تحسین کر کے اجازت تصنیف مثنویات کی دیدی۔

ہجو ملیح۔ شاہی سبزوار کے شاعرون مین سے تھا۔ ایک دن کسی سلطان کی مجلس مین ایک شخص شاہی کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ شاہی نے فوراً بادشاہ کو مخاطب کر کے یہ قطعہ کہا:

شاہا مدار چرخ فلک تا ہزار سال ۔ چون من یگانۂ نماید بصد ہنر
گر زیر دست ہر کس و ناکس نشانیم ۔ اینجا لطیفۂ ایست بدانم من اینقدر
بحر است مجلس تو و در بحر بے خلاف ۔ لولو بزیر باشد و خاشاک بر زبر

لطیفہ عجیب۔ سبزوار کے بادشاہ طغا تیمور خان نے رکن الدین صائن کو کسی جرم مین قید کیا تھا۔ مگر وہ یہ رباعی لکھ کر چھوٹ گیا:

در حضرت شاہ چون قوی شد رایم ۔ گفتم کہ رکاب را ز زر فرمایم
آہن چو شنید این حکایت از من ۔ در تاب شد و حلقہ بزد در پایم

قطعہ حسب حال۔ کہتے ہین کہ حکیم فرخی نے انعامات سلطان محمود کی بجیت سے بہت سامان جمع کر کے سمرقند کو کوچ کیا تھا۔ راستہ مین

راہزن اس کے کاروان پر گرے اور سب مال لوٹ لے گئے۔ فرخی سمرقند میں گیا اور اپنا نام پوشیدہ رکھ کر یہ قطعہ کہا اور لوٹ آیا سلطان نے قطعہ پڑھ کر اس کو آفرین کی اور اس کی لوٹ اپنے پاس سے دیدی۔

همہ نعیم سمرقند سر بسر دیدم ؛ نظارہ کردم در باغ و راغ و وادی و دشت
چو بود کیسہ و جیب من از درم خالی دلم ز صحن ال فرش خورمی بنوشت
بسے ز اہل ہنر بارہا بہر شہرے شنیدہ بودم کو شہر نیکے ست چنین بہشت
ہزار جنت دیدم ہزار کوثر بیش ؛ ولے چہ سود کہ لب تشنہ باز خواہم گشت
چو دیدہ نعمت بیند بکف درم نبود شہرے تہی دیدہ بود و ریبان زرین طشت

ہجو کاتب ۔ کہتے ہیں کہ ایک ناسے کاتب سے نے شیخ آذری کے دیوان لکھنے میں بہت سی غلطیاں کی تھیں۔ شیخ نے اس سے رنجیدہ ہو کر یہ قطعہ کہا :

دیوان بندہ را کہ اپنا سواد کرو تنہا درو نہ شعر مجدد نوشتہ است
از نظم و نثر ہر چہ طبعش خوش آمدہ دیوان بندہ پر ز خوش آمد نوشتہ است
ہر جا کہ لفظ یدستلاً دید در سخن ؛ وست تصرفش ہمہ را بد نوشتہ است
اکنون شریک بہتر دیوان بندہ وست زیرا کہ بیشتر سخن خود نوشتہ است

کرامت سخن ۔ مولانا اوحدی کرمانی ایک صوفی مشرب عالم تھا۔ وہ راگ بھی سنتا تھا۔ اور حال بھی لاتا تھا۔ خلیفہ بغداد کا بیٹا اس کا حال سن کر قتل کے ارادہ سے اس کی مجلس میں آیا۔ اس نے باطن کی صفائی سے اس کا قصد معلوم کر لیا۔ اور جب گانا شروع ہوا تو یہ رباعی کہہ کر خلیفہ زادہ کو بھی وجد میں لے آیا۔ جو گریبان پھاڑ کر عذر و معذرت

کرنے لگا؎

سہل است مرا بر سر خنجر بودن ۔ در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ کہ کافرے را بکشی ۔ غازی چو توئی رواست کافر بودن

عذر گرانی گوش و مولانا شرف الدین کرمانی مجلس شاہ طہماسپ صفوی میں خطاب بادشاہی سے مشرف ہوا۔ مگر چونکہ اونچا سنتا تھا۔ اس لئے اس کو سمجھ نہ سکا مگر جب اطلاع ہوئی تو یہ قطعہ فی البدیہہ کہہ کر عرض کیا؎

از گرانی صدمت نشد گوشم ۔ قول شہ را کہ بود در ثمین ؎
جائے آن بود کز گرانی گوش ۔ پائے تا سر فرو روم بزمین ؎

استفتا و نظم۔ عماد فقیہ نے یہ قطعہ استفتا کے لئے امامی ہراتی کے پاس بھیجا؎

محیط نقطۂ ملت مدار مرکز دین ؎ ۔ خدایگان شریعت درین چہ فرماید
کہ گربہ مردے کبک و کبوتر را ۔ بضرب پنجہ از تن بقہر برباید ؎
ز روئے شرع بحکم قصاص حاکم شرع ۔ دو دست گربہ گر از تن جدا کند شاید

جواب استفتا۔ امامی نے جواب میں یہ قطعہ لکھا۔

شہے لطیف سوالے کہ طوطی قلمت ۔ بگاہ نظم بدایع شکرہا خاید ؎
فرا نمست کہ کبک این قدر دانم ۔ کہ از ضمیر تو آب حیات می زاید
کہ گر ز گربہ بیدست گربہ صیاد ۔ کہ مرغ بیند و از شاخ پنجہ بکشاید
خدایگان ہنر را اگر درین فتوے ۔ بجوان گربہ ز من رخصتے ہمی باید
چو گربہ ہیچ خواست ندارد آن بہتر ۔ کہ دست خویش بجون چنین بپالاید
بقائے قمری و عمر کبوتر ار خواہد ۔ قرار گاہ قفس را بلند فرماید

سوال و جواب ملاقات۔ ایک دفعہ رجائی شاعر سفر حجاز سے قزوین

میں گیا اور یہ قطعہ بدرخواست ملاقات مرزا اشرف جہان کے پاس بھیجا۔ جو جہان سے کنارہ کرکے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا۔

حکایتے ست غریب ای کہ مرید انش و فضل | کہ عرض این نتوان کرد جز بہ پیچ تو کسے
گذشتہ از وطن آوردہ ایم رو بسفر | گسستہ ایم دل از ہر ہوا و ہر ہوسے
بغیر گوشہ چشمے ز صاحبان نظر | نگشتہ در دل ما ہیچگونہ ملتمسے
ہماے اوج کمالی چہ نقص بودی اگر | ز فر سایہ تو بہرہ ور شدے مگسے
حریم گلشن کویت نشد نشیمن ما | بیا نشیمن و دریغ اقتدار خار و خسے
بروے خستہ دلان بستن در اقبال | ز حسن خلق کریمت عجب نمود بسے
بصدق خاک در تو ما نباشیم بو کہ | بپای بوس سگانت چو نیست دسترسے

مرزا اشرف جہان نے جواب میں یہ قطعہ بھیجا اس کو ملنے کے لیے بلایا۔

حکایتے ست نہانی ز خلق با تو مرا | خدائے را بشنو از من و مگو بکسے
از ان ز گلشن دہرم گرفتہ دل کہ نماند | ز سبزہ و گل این باغ غیر خار و خسے
چو غنچہ گر نفسم تنگ میشود ز انست | کسے نماند کہ با او برآورم نفسے
بوصل ہمچو تو یاری امید ہا دستم | وگرنہ در دل من نیست غیر ازین ہوسے

رباعی ایک دفعہ کمال اسمعیل نے یہ رباعی کہی تھی۔

نا آمد شد آن دو زلف عنبر بویست | آزردہ ہمیشہ دل چو دو رویست
ز انگشت نمای مردمان در کویست | ترسم کہ نشان نماند اندر رویست

جواب رباعی۔ درویش مقصود تیرگر نے اہل خراسان کی درخواست سے اس کے جواب میں یہ رباعی موزون کی۔

محراب نشین و گوشہ ابرویست | زنار پرست ز حلقہ گیسوست
یا رب تو چہ قبلہ کہ ہست از ہر سو | روئے دل کافر و مسلمان سویست

لطیفہ۔ ایک شخص نے جرجان سے استرآباد مین آکر صدر سے اُس ولایت کی قضا مانگی اور رشوت مین ایک خر دے کر قاضی ہو گیا۔ میر عبد الحی نے اُس بارے مین یہ قطعہ کہا ؎

یکے گشت در شہر شخصے ز جرجان / اگر قاضی شود صدر راضی نمی شد

برشوت خرے داد تا گشت قاضی / اگر خر نمی بود قاضی نمی شد ؎

لطیفہ۔ خواجہ نظام الملک کے پاؤن مین درد رہا کرتا تھا۔ جس کی بابت شمس الدین المؤید معروف بنجار نے یہ رباعی کہی تھی ؎

گر درد کند پائے فلک فرسایت / تیرے است دران عرضہ کنم بر رایت

چون از سر دشمنت بجان آمدہ درد / آمد بطفیل کہ فتد در پایت ؎

رباعی بطلب قیمت دوا۔ حکیم شفائی نے ایک مریض کو جلاب دیا تھا اُس کی قیمت کی طلب مین یہ رباعی کہہ کر اُس کے پاس بھیجی ؎

گر ساعم زر پیانی و گر رستم گرد / جلاب مرا بمفت نتوانی برد ؎

یا قیمت آنچہ خوردہ باید داد / یا در عوض آنچہ ریدہ باید خورد

بد دعا۔ کہتے ہین کہ کمال الدین اسمعیل نے کسی بات پر اصفہانیون سے ناراض ہو کر یہ قطعہ کہا تھا ؎

ای خداوند ہفت سیارہ / بادشاہی فرست خونخوارہ ؎

تا در دشت را چو دشت کند / جوی خون آورد نہ جو بارہ

عدد مردمان بیفزاید ؎ / ہر یکی را کند بصد پارہ ؎

اتفاقاً اُس کی بد دعا نے یہ اثر دکھلایا کہ اُسی عرصہ مین چنگیز خان کے بیٹے [illegible]ئی قاآن کا لشکر وہان آیا جس نے خراسان کا قتل عام کیا اور [illegible] الدین بھی اُسی معرکہ مین مارا گیا۔

[illegible] در بعضی الف امور مذہبی [illegible] نام رود۔

ہجو خلعت - کمال الدین ہجو بھی خوب کہتا تھا چنانچہ اپنے ممدوح کے خلعت کی ہجو میں کہتا ہے:

مدحتی گفتمت کہ چون زیور ۔۔۔ در ہمہ مجلسی کنند پدید
خلعتی دادیم کہ چون عورت ۔۔۔ از ہمہ کس بباید ام پوشید

ہجو غلہ - یہ قطعہ غلہ کی ہجو میں بھی اسی مولانا کا کہا ہوا ہے:

غلہ امسال داد خواجہ مرا ۔۔۔ گر نہ بد جملہ بود اکثر خاک
نسبت خاک وگندمش با ہم ۔۔۔ ہمچنان بد کہ تخم اندر خاک
خاک مردم خورند دانستم ۔۔۔ کہ خورد مردم ای برادر خاک
کردم اندیشہ تا چرا فرمود ۔۔۔ خواجہ با گندمم برابر خاک
آدمی را چو خاک سیر کند ۔۔۔ کرد وجہ غذای من بر خاک

تقاضائے صلہ - ممدوح سے صلہ کے تقاضا میں بھی یہ قطعہ کمال الدین کا ہے:

سہ شعر رسم بود شاعران طامع را ۔۔۔ یکی مدیح و دویم قطعۂ تقاضائی
اگر بداد سوم شکر ور نداد ہجا ۔۔۔ ازین سہ من دو بگفتم دگر چہ فرمائی

ہجو ملیح طویلہ - مولانا کمال الدین نے اپنے ہی طویلہ کی یہ ہجو ملیح لکھی ہے:

حسبے اسپ مرا بگفت و در این چہ شک است ۔۔۔ کاصطبل تو از زاویہ ہائے فلک است
نہ آب دران سبزہ و نہ کاہ و نہ جو ۔۔۔ این جاے ستور نیست جاے ملک است

تنبیہ بذریعہ شوخ کلامی - سیری جرفادقانی ایک شوخ طبع شاعر تھا۔ اس وقت میں مرزا فصیحی ہروی نے ایک شعر کہا تھا کہ جس کا ہر مصرعہ ایک دوسری بحر میں موزون ہو جاتا تھا۔ سیری نے اس کے باب میں یہ قطعہ لکھ کر مرزا فصیحی کو بھیجا:

ای آنکہ ببازار سخن طبع تیسرست ۔۔۔ بگشود بہم چشمی خورشید دکان را

بیتے ز تو افتاد در افواہ خلائق / کان بیت دہد چاشنی قند دہان را
لیک اہل تناقض ہمہ از روے تمسخر / گویند کہ این بیت بلند ست فلان را
یک مصرعہ او چون شب ہجران بدرازی / بند است گلوی خرد و گردن جان را
در کوتہی آن مصرعہ جان پرور دیگر / چون وعدہ وصال است دل غمزدگان را
آن بیت گرانمایہ ہمین است کہ کردست / پُر دُر دگہر گوش زمین را و زمان را
صبح از پے گل چیدن چون عزم چمن کرد / دامن شدہ تن جملہ گل لعل فشان را
میزان شد کہ از وی بتوان تفرقہ کردن / در لحظہ سبکسنگی این و دگران را
بارے تو بمانش ببر از روے طبیعت / بر ہیچ کہ کوتاہ کنند از تو زبان را

منع ظلم بذریعہ شعر۔ کہتے ہیں کہ سلطان مسعود غزنوی نے مازندران کو جاتے ہوئے رستے میں قیام کیا تھا اُس وقت اس کے سپاہی باغات اور زراعت اہل رستے کو پامال کرتے تھے فاخری نے یہ قطعہ کہہ کر سلطان کی خدمت میں بھیجا اور رعایا کی خرابی کا امتناعی حکم جاری کرایا۔

ای خسروی کہ باشد حکم تو بر فلک / برتر ز طاق طارم گردان نشستہ است
لطفت بآستین کرم پاک میکند / گردے کہ بر صحیفہ دوران نشستہ است
باران عدل بار کہ این خاکسارہا است / تا بر امید رحمت باران نشستہ است
بر تخت سروری تو ساکن از حکم نافذ ست / در ملک چین بمرتبہ خاقان نشستہ است
شاہا سپاہ تو کہ چو مور ست چون ملخ / بر گرد دخل و دانہ دہقان نشستہ است

ہجو سے لطیف۔ ہجری شاعر جب کہ صفاہان میں وزیر ہو گیا تھا تو سلامی شاعر نے مع اپنے بھائی کلامی کے کچھ شعر اُس کی مدح میں کہے تھے اور دونوں ہر روز صلہ کے تقاضا میں اُس کے پاس جایا کرتے تھے ہجری نے اُنکی شوخ کلامی کے لئے یہ مطلع کہا جو بہت ہی خوب ہے۔

دو چیز است بدتر از تیر حرامی ؛ کلام سلامی سلام کلامی ؛

حسن طلب اسپ - سلمان ساوجی کا یہ قطعہ مطالبہ اسپ مین بہت ہی بامزہ ہے ؛-

شاہا مرا بہ اسپے موعود کردہ بودی ؛ در قول بادشاہان قیلے مگر نہ باشد
اسپ سیاہ و پیرم دادند و من برانم کاندر رہان سیلابے زو پیر تر نہ باشد
آن اسپ باز دادم تا دیگرے ستانم بر صورتے کہ کس را زان سر خبر نباشد
اسپ سیاہ خود رفت بارے رنگے دگر نباید آسے لیک زسیاہی رنگے دگر نباشد

حسن طلب قبا - ویلی شاہ نے یہ قطعہ طلب قبا مین کہا ہے - اور بہت ہی اچھا کہا ہے ؛-

ہمرنگ می لبالش و ہمرنگ گل قبای بر دست می گرفتہ و برگل نہادہ پای
نور بہا ریافتہ از دست او نبیذ بوی بہشت یافتہ از پاے او سرای
آمد بسان ماہ و سلے در وچون سہیل دیدی سہیل در قدح و ماہ در قباے
کبک خرام سینہ و گوے سمن ہمرت سرو شراب خوارہ و ماہ غزل سراے
کلی و جزوی از در پدر نیست ہر چہ ہست جزوی ہمہ تو بخشی و کلی ہمہ خداے
من از خدا و از تو بخواہم سے کنون تا او ترا بقا دہد و تو مرا قباے ؛

رباعی بحالت نزع - ادہم کاشانی تبریز مین ایک جوان کے اوپر شیفتہ ہو کر آدھی رات کو ایک کوچہ مین اس سے ملا اُس نے غرور حسن سے ایک ضرب اُس کے ماری وہ جب مرنے لگا تو حالت نزع مین یہ رباعی کہی ؛-

دوشینہ سحر یتیم تبریزی من ؛ آمد بسر راہ بخونریزی من ؛
عریان ز لباس عاریت ساخت مرا ؛ این بود نتیجہ عمر عزیز من ؛

در تحقیق مسئلہ - خواجہ نصیر نے یہ رُباعی تحقیق مسئلہ مین کہی تھی +

اجزاے پیالۂ کہ در ہم پیوست … بشکستن آن روا نمیدارد دست
چندین سر و پاے نازنین و سر دست … از بہر چہ ساخت و زبراے چہ شکست

جواب بابا افضل کاشانی نے اُس کے جواب مین لکھا ؛ ؎

تا گوہر جان در صدف تن پیوست … از آب حیات صورت آدم بست
گوہر چو تمام شد صدف تا نشکست … بر طرف کلہ گوشۂ سلطان ننشست

صلۂ بذریعۂ شکوہ - باقر کاشانی نے ابراہیم عادل شاہ کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا - مگر جائزہ نہ پایا - پھر اُس نے سُنا کہ ظہوری کو ایک معقول صلہ اُسی بادشاہ کی مداحی سے ملا ہی تو اُس کے دل مین آتش حسد مشتعل ہوئی اور یہ رُباعی کہہ کر بادشاہ کی خدمت مین بھیجی بادشاہ نے اُس کو بھی صلہ دیا ؛

خوانند دو جا بہر آر باب سخن ؛ … نزد شہ غزنین و شہنشاہ دکن
بیجا صلہ بروند ظہوری و حسن … بیجائزہ ماند شعر فردوسی و من

تعریض - داوری نے خراسان مین کسی کی مدح کی مگر اُس کے ممدوح نے کہا کہ یہ قصیدہ مجھی سے ہے - داوری نے اُس پر یہ قطعہ کہا اور اُس کے پاس بھیج دیا ؛ -

در خراسان مدحتے گفتم نہ از روے طمع … او غلط فہمید و گفتا مدح با معنی نداشت
گفتمش بسیار نیکو گفتی این انصاف بود … بندہ ہم دانستہ ام مدح شما معنی نداشت

صلۂ جدتِ طبع - سید جلال بن سید عضد وزیر محمد مظفر بادشاہ یزد مکتب مین پڑھتا تھا - ایک دن محمد مظفر مکتب مین آیا اور دیکھا کہ ایک لڑکا کچھ لکھ رہا ہے پوچھا - کہ یہ کس کا لڑکا ہے - لوگون نے عرض کی عضد کا بیٹا ہے

چونکہ اُس کی پیشانی سے فراست کے آثار نمایان تھے اِس لئے بادشاہ نے معلم سے پوچھا کہ اِن لڑکون مین سے کون اچھا لکھتا ہے ۔ مولانا نے کہا کہ جس کا قلمتراش زیادہ تیز ہے ۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ قلمتراش کس کا زیادہ تیز ہے معلم نے کہا کہ جس کا باپ زیادہ متمول ہے بادشاہ نے دریافت کیا کہ کس کا باپ زیادہ متمول ہے ۔ عرض کیا کہ یہی جو بادشاہ کا وزیر ہو بادشاہ نے اُس کو تحسین کی اور جلال کو پاس بُلا کر کہا کہ دیکھون تیرا خط کیسا ہے ۔ جلال نے فوراً یہ قطعہ کہہ کر اور لکھ کر بادشاہ کے ہاتھ مین دیا ؂

چار چیز است کہ در سنگ اگر جمع شود	لعل و یاقوت شود سنگ بدان خارائی
پاکی طینت و اصل و گہر و استعداد	تربیت کردن مہر از فلک مینائی ؂
با من این ہر سہ صفت ہست و لیے باید	تربیت از تو کہ خورشید جہان آرائی ؂

محمد مظفر سید جلال کے حسن خط اور زیبائی شعر اور لطف طبع سے حیران رہگیا ۔ اُس کے باپ کو دس ہزار درم دیئے تاکہ اُسکی تربیت مین پہلے سے زیادہ کوشش کرے اور سید جلال بعد ازان بہت باکمال ہوگیا ؂

طلب معافی ۔ ایک دفعہ یزد کے شاعرون نے مذاق ہی مذاق مین شاہ نعمت اللہ یزدی کی ہجو کی تھی ۔ شاہ نے سب کو بلایا تاکہ اُن سے مواخذہ کرے ۔ کسوتی یزدی نے شاہ طاہر دکنی کے مطلع کو تضمین کر کے عرض کیا کہ آپ یہ دو بیت سُن لین اور پھر جو جی مین آوے وہ کرین ؂

شاہا ز بہر ایذائے شاعران	بیرون بیا کہ شہرہ ایام میشوی ؂
ما ہجو میکنیم و گو ایذا چہ رسانده ؂	با کشتہ میشویم و تو بدنام می شوی ؂

شاہ نے صلاح وقت سے سب کے قصور معاف کر دیے ؂

تعریف اطعمہ بسحق حلاج کھانون کی تعریف مین شعر کہا کرتا تھا۔ اُس نے خواجہ حافظ وغیرہ شعرا کے مصرعون کو بہت بامزہ تضمین کیا ہے ؛ از انجملہ چند یہ ہین

کیپا ہزاں شعر کہ سر کلہ وا کنند ؛
چون از درون خربزہ و قیمہ انشد کسے
سنبلے با زپیاز از جہت قیمہ خریدہ ؛
روزہ داری و قناعت ہوتم ہست روا
کس بالائے معدہ مکنا و آتش ترش
ہر زمان کہ دریابی نان گرم و بورانی
تو بہ ور رزق ارزق چون دشمن بزردی

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند ؛
ہر کس حکایتے بتصور چرا کنند ؛
تا دگر آسیاب چشم کہ زوال خواہد بود
چشمکے بیزند آن گرہ بریان کہ مپرس
گر خیانم من از ین کردہ پشیمان کہ مپرس
وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی
یاد آیدم مزعفر در صحن لاجوردی ؛ ؛

لطائف و مناظرہ - کہتے ہین کہ شیخ سعدی ایک دفعہ بحالت مسافرت تبریز مین وارد ہوئے۔ اور حمام مین جاکر ایک طرف کو چھپ بیٹھے تاکہ خواجہ ہمام کے بیٹے کو دیکھین جس کی تعریف سنکر فریفتہ ہو گئے تھے اور خواجہ ہمام اپنے بیٹے کو نامحرمون سے چھپا ہوا رکھتا تھا حمام مین بھی اپنے ساتھ ہی لیجایا کرتا تھا۔ غرض اُسدن جب حمام مین آیا۔ تو حضرت سعدی بھی گوشہ سے نکل کر آموجود ہوئے۔ خواجہ نے ترش ہوکر اپنے لڑکے کو پیٹھ کے پیچھے بٹھالیا اور شیخ سے پوچھا کہ کہان سے آئے شیخ نے کہا کہ خاک پاک شیراز سے خواجہ نے کہا سبحان اللہ شیرازی یہان کتّے سے زیادہ ہین - شیخ نے کہا برخلاف ہماری ولایت کے کہ جہان تبریزی کتے سے کمتر ہے - اتفاقاً وہان ایک طاس پانی کا بھرا رکھا تھا - خواجہ نے کہا عجب ہے کہ شیرازیون کا سر مثل اِس طاس کے بال نہین رکھتا - شیخ نے فرمایا عجب تر یہ ہے کہ تبریزیون کا کون مثل وہان

اس طاس کے ہے۔ خواجہ نے شرما کر شیخ سے پوچھا کہ کیا ہمام کا کوئی شعر شیراز میں بھی پڑھتے ہیں۔ شیخ نے کہا ہاں اور یہ شعر خواجہ ہمام کا پڑھا ؎

درمیان من و دلدار حجاب است ہمام
دارم امید کہ این ہم زمیان برخیزد

خواجہ نے کہا کہ میں ایسا قیاس کرتا ہوں کہ تو سعدی ہے ورنہ دوسرے کو طاقت ایسی باتیں کرنے کی نہیں ہے۔ شیخ نے کہا ہاں۔ خواجہ نے شیخ کا ہاتھ چوما۔ اور اپنے بیٹے کو بھی اس شرف سے مشرف کیا؛

رعونت و تمکنت بذریعہ سخن۔ بیغو بن طغان محمود غزنوی کے عہد میں ملک قبا کا بادشاہ تھا۔ جو تو ران میں واقع ہے۔ وہ بہت عادل تھا۔ بڑھاپے میں بہرا ہو گیا۔ اس سے بہت رویا کہ فریادیوں کی گفتگو کیسے سنوں گا۔ آخر حکم دیا۔ کہ جو دادخواہ ہو وہ سرخ لباس پہن کر دربار میں آوے۔ تاکہ اُس کی دادرسی کی جاوے۔ جب مرا تو اُس کے پانچ بیٹے تھے۔ جن سے سلطان محمود نے بعد تسخیر ولایت سمرقند و ماوراءالنہر کے خراج مانگا۔ انھوں نے یہ قطعہ سلطان کو لکھ بھیجا۔ اور خراج دینے سے انکار کیا؛ ؎

ما پنج برادر از قبا ئیم؛
در یا دل و آفتاب رائیم؛

ما ملک زمین ہمہ گرفتیم؛
اکنون بہ تفکر سماء ئیم؛

گر چرخ بکام ما نگردد؛
چنبر ز تنش فرو کشائیم؛

سلطان نے عنصری کو حکم دیا۔ اور اس نے یہ دو بیت اُن کے جواب میں لکھ بھیجی؛

تمرود بعہد بود آزر؛
یکگفت خدا اے خلق مائیم؛

جبار بہ نیش پشہ او را؛
خوش داد جزا و ناگوائیم؛

سلطان نے پھر ایک لشکر اُن کی گوشمالی کے واسطے بھیجا جب محاصرہ قلعہ اور قحط غلہ سے تنگ ہوئے تو اُنھون نے پھر یہ قطعہ بکمال عجز سلطان کو لکھ کر بھیجا اور سلطان اُن کے قصور سے درگذرا ؀

پنج برادر از قبائیم ؛ در قحط و نیاز مبتلائیم ؛
شاہا تو عزیز مصر جودی ؛ وَاخوان گناہگار مائیم ؛
ما را کہ بضاعتی است مزجاة ؛ شرمندۂ حضرت شمائیم ؛
برحالت زار ما بخشائے ؛ از فضل و کرم کہ بینوائیم ؛

ستم ظریفی - مسماة مہری شاہرخ مرزا گورگان کے زمانہ مین ایک صاحب فہم اور شوخ طبع عورت تھی - اُس کو بادشاہ نے کسی تہمت مین قید کیا تو اُس نے مجلس مین یہ رباعی کہی تھی ؛ ؀

سر کندہ نہاد سرو سیمین تن را ؛ زین واقعہ شیون است مرد و زن را
افسوس کہ در کندہ بخواہد سودن ؛ پائے کہ دو شاخہ بود صد گردن را

فی البدیہہ - مہستی ایک سخن دان فہیم عورت سلطان سنجر کی مجلس مین بہت پیش اور معتمد علیہ تھی - ایک رات جاڑے کے چلہ مین کسی کام کیواسطے صحبت سلطان سے باہر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ برف برس رہا ہے جب واپس گئی اور بادشاہ نے کیفیت پوچھی تو یہ رباعی فی البدیہہ کہکر عرض کی ؛

شاہا فلکت اسپ سعادت زین کرد ؛ وز جملہ خسروان ترا تحسین کرد ؛
تا در حرکت سمند زرین نعلت ؛ بر گل نہ نہد پائے زمین سیمین کرد

انتخاب دہم از تاریخ طبقات ناصری

یادگار فتح - جب کہ سلطان محمود غزنوی نے سومنات فتح کی تھی - تو عنصری

نے ایک بڑا قصیدہ اُس کی تعریف مین کہا تھا۔ ازانجملہ یہ دو بیت این:

تا شاہ خسروان سفر سومنات کرد	آثار غزا را علم معجزات کرد
شطرنج ملک باخت ملک باہر شاہ	ہر شاہ را بلعب دگر شاہ مات کرد

قبول التماس۔ قاضی منہاج مؤلف تاریخ طبقات ناصری لکھتا ہے کہ مین ۶۱۳ ہجری مین ملک ناصر الدین ابو بکر بن ملک سیف الدین سوری والی غور سے ولایت تمران مین ملا اُسی سال مین مین نے اپنے قرابتون مین ایک لڑکی سے عقد کیا تھا۔ اور چنگیز خان غور اور غزنی کا قصد کرکے جیحون سے اُترآیا تھا۔ مین نے اپنی شادی کا ذکر لکھہ کر ملک ناصر الدین سے ایک گھوڑا مانگا اُس نے خواب مین یہ رباعی کہی۔ اور اسی رقعہ کی پشت پر لکھہ کر مجکو دیدی:

انشارا فقر غم زدولت رفتہ شود	وآن درگران مایہ چو سفتہ شود
اسپے کہ زمن خواستہ عذر سے نیست	با اسپ بسے عذر دگر گفتہ شود

اور پھر تین برس کی عمر کا ایک گھوڑا تنگ بندھا ہوا میرے پاس بھیجدیا:

خود ستائی۔ علاؤ الدین جہانسوز غوری نے اپنے بھائیون کے انتقام مین شہر غزنی کو فتح کرکے آگ لگا دی تھی جو سات دن تک برابر جلتی رہی اور اس عرصہ مین غزنی کے لوگون کو سلطان کے سپاہی پکڑ جاتے تھے اور مارتے تھے۔ سلطان قصر غزنی مین بیٹھا ہوا ہفتہ بھر شراب پیتا اور عیش کرتا رہا جب آٹھوین رات آئی تو تمام شہر خراب ہو کر جل چکا تھا۔ خلق یا تو ماری گئی تھی یا نکل گئی تھی۔ سلطان نے یہ چند شعر اپنی مدح مین کہے اور مطربون کو دیکر فرمایا کہ چنگ اور مغانہ پر اُس کے آگے گا دین:۔

جہان داند کہ من شاہ جہانم ٭ چراغ دودۂ عباسیانم ٭
علاءالدین حسین ابن حسینم ٭ کہ دایم باد ملک خاندانم ٭
چو بر گلگون دولت بر نشینم ٭ یکے باشد زمین و آسمانم ٭
امل مقرعہ زنِ گرد سپاہم ٭ اجل بازیگر نوک سنانم ٭
ہمہ عالم بگردم چون سکندر ٭ بہر شہرے شہے دیگر نشانم ٭
بر آن بودم کہ از اوباش غزنی ٭ چو رود نیل جوئے خون برانم ٭
ولیکن گندہ پیرانند و طفلان ٭ شفاعت میکند بخت جوانم ٭
ببخشیدم بدین سان جان ایشان ٭ کہ بادا جان شان پیوند جانم ٭

ایضاً - پھر جب سلطان علاؤالدین غزنی سے اپنی تخت گاہ فیروزہ کوہ کو آیا۔ تو سادات غزنی کو جنھیں پکڑ لایا تھا قتل کرکے اُن کے خون سے غزنی کی مٹی کا گارہ کیا۔ اور اُس سے فیروزہ کوہ پہاڑ پر برج بنوائے اور پھر عیش و عشرت مین مشغول ہونا چاہا تو مطربون اور ندیمون کو جمع کیا اور یہ قطعہ کہہ کر مطربون کو دیا اُنھون نے مزامیر پر الاپ کر جمایا اور گایا ٭

قطعہ

آنم کہ ہست فخر ز عدلم زمانہ را ٭ آنم کہ ہست جور ز بذلم خزانہ را ٭
انگشت دست خویش بدندان کند عدو ٭ چون بر زہ کمان نہم انگشتوانہ را ٭
چون جست خانہ خانہ کمیتم میان صف ٭ دشمن ز کوے باز ندانست خانہ را ٭
بہرام شہ بکینۂ من چون کمان کشید ٭ کندم بکینہ از کمرا و کنانہ را ٭
پشتی خصم گرچہ ہمہ رای و رانہ بود ٭ کردم بگرز خورد سر او را و رانہ را ٭
کین توختم بہ تیغ در آموختم کنون ٭ شاہان روزگار و ملوک زمانہ را ٭
ای مطرب بدیع چو فارغ شدم ز جنگ ٭ برگوی قول را و بیار آن ترانہ را ٭

دولت جو بر کشید نه شاید فرو گذاشت	قول مغنی و می صاف مغانہ را

دربارہ زیست و سلطنت بذریعہ سخن سلطان علاؤالدین کو غزنی فتح کرنے سے بہت غرور ہو گیا تھا۔ اور سلطان سنجر سلجوقی سے مخالفت کر کے غور کا خراج بھیجنا چھوڑ دیا تھا۔ جو ہر سال اُس کی درگاہ میں بھیجا جاتا تھا۔ آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ سلطان سنجر نے غور کے اوپر لشکرکشی کی۔ علاؤالدین ہرات اور فیروزہ کوہ کے درمیان اُس سے لڑا۔ اور شکست کھا کر پکڑا گیا سلطان سنجر اُس کو ایک اونٹ پر بٹھا کر خراسان میں لے گیا۔ چونکہ اُسکی لطافت طبع و اصابت عقل کا بہت کچھ وصف سُن چکا تھا اس لیے چند روز بعد اُسکو بُلا کر رہا کیا اور بہت عزت کی ایک طبق قیمتی موتیوں سے بھرا ہوا مسند کے آگے رکھا تھا وہ علاؤالدین کو دیا علاؤالدین نے فوراً یہ قطعہ کہا ؛

بگرفت و نکشت شہ مرا در صف کین	ہر چند بدم کشتنی از روے یقین

بخشید مرا ایک طبق در ثمین
بخشایش و بخشش چنان بود و چنین

سلطان نے خوش ہو کر اُس کو اپنا ندیم بنا لیا۔ اور بعد کچھ عرصہ کے بہت سا خزانہ۔ اور خاصہ گھوڑوں و گوسفندوں کا گلہ عنایت کر کے رخصت دی علاؤالدین غور میں آیا۔ اور پھر اُس نے بہت سے ملک فتح کیے ؛

فتح قلعہ۔ علاؤالدین غوری نے تولک کا قلعہ ۷ برس میں فتح کیا تھا۔ ایک شاعر بھی اُس قلعہ میں تھا۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو اُس نے یہ بیت کہی ؛

بر اسپ شستہ تو در لک تولک	مقصود تو تولک ہست اینک تولک

اعتراض بر تبدیل مذہب ۔ جب کہ سلطان غیاث الدین غوری نے اپنے بزرگوں و سکنائے ولایت کے خلاف امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر قاضی وحید الدین کی تلقین سے شافعی مذہب اختیار کیا۔ تو امام صدر الدین علی ہیضم نیشاپوری نے جو اُس وقت افصح العلما۔ اور مدرسہ شہر آفشین غرجستان کا مدرس تھا یہ قطعہ لکھکر سلطان کے نقل مذہب پر اعتراض کیا؛

در خراسان خواجہ گو نہ شافعی بسیار بود — بر در سے بر خسروے ای خسرو صفا نشان
لیکن اندر ہفت کشور پادشاہ شافعی — بہتر کے علوم کن تا ہیچکش دار دنشان
در کسے گوید خلیفہ شافعی مذہب بود — حاش للّٰہ ہیچ زیرک را نباشد این گمان
مذہب عباسیؔ را اندر خلافت بخلاف — حاجتے نبود مخالف ذکر این معنی بدان
در خلاف آخر چو در لیس یہ صورت نہ بست — در شعار صبغتہ اللہ این تصور کے توان
کے کند ہرگز خلیفہ جز بعباس اقتدا — کے بنہ دہر گز خلافت چہ و عمر زان نہان
پس تو بارے چون پدر را خواستی کردن خلاف — چون تو رفتی بر شعار و راہ دیگر خسران
ورنہ این کردی ولی آن این جہان خوہ دبگذرد — حجتے بارے طلب کن عذر آن جہان
تا چو ہر کس با امام اصل خیزد روز حشر — تو درین تقلید خود تنہا بمانی جاودان
شافعی و بوحنیفہ وا نتیدا این خواہند گفت — خوب نبود بے سبب زان بدین این بدان

جب یہ قطعہ سلطان نے سنا تو صدر الدین سے ناراض ہو گیا۔ صدر الدین کو ملک غور میں رہنے کی مجال نہیں رہی اور وہ نیشاپور کو چلا گیا۔ اور ایک سال بعد یہ قطعہ لکھکر سلطان کے حضور میں بھیجا۔ سلطان نے اُس کو بلا لیا؛

جلال حضرتکم غوثنا و انت غیاث — یمین عہدک تیسیرا مرنا الملمات
غیاث خلق توئی پس کجا برند نفیر — ز صولت فلک پیر و دولت احداث

زخسروان جہان ورجہان توئی کہ ترا ست — زجد وعم و پدر سلطنت بحق میراث
زعالمان جہان پیرہم منم کہ مراست — دعا بارث زاجداد خفتہ دراجداث
چو برمنابر اسلام خواندہ ایم ترا — ہزار بار فزون کای بفضل وعدل غیاث
ایا غیاث الدنیا ودینا فاغث — لیغثک من ہو غوث العباد یوم یغاث
ہمیشہ خانہ گردون وسقف گردون را — زفضل وعدل تو باداستہا اساس و اثاث
دعائی دولت تو فرض برتوی ضعیف — ثنای حضرت تو فرض برذکور واناث

منع شکار بذریعۂ سخن - سلطان غیاث الدین اوایل جوانی مین بڑا عیاش اور شکار دوست تھا - حضرت فیروزہ کوہ سے شہر اور زمین داور تک جو زمستانی دار الملک تھا کسی شخص کو شکار مارنے کی جرأت نہ تھی اور ان دونوں شہروں کے درمیان کہ فاصلہ چالیس فرسنگ کا تھا ہر فرسنگ پر ایک میل بنایا گیا تھا - اورزمین داور مین ایک باغ سلطان نے بنام باغ ارم تیار کرایا تھا جس کی لطافت ونزاہت کے برابر کسی بادشاہ کا باغ نہ تھا - سلطان سال بھر مین ایک دفعہ اُس باغ مین جاتا تھا اور اُس کے حکم سے شکاری لوگ پچاس ساٹھ کوس کے جانورون کو گھیر کر باغ کے میدان مین لے آتے تھے اور یہ کام ایک مہینہ مین ہوتا تھا - شکار کے دن بادشاہ باغ کے محل مین آتا اور مجلس مہیا کرتا تھا - نوکر اور سردار ایک ایک سوار ہو کر میدان مین جاتے اور شکار کرتے تھے ایک دفعہ بادشاہ نے چاہا کہ اُس جنگل مین شکار کے واسطے جاوے فخر الدین مبارک شاہ اُٹھ کر کھڑا ہوا اور یہ رباعی کہہ کر بادشاہ کا ارادہ فسخ کر دیا اور بادشاہ عیش مین مشغول ہو گیا:

گردرسے معشوق ونگار آویزی — بہ زان باشد کہ در شکار آویزی

آہوئے بہشتی چو بدام تو درست | اندر بز کوہی بچہ کار آویزی

جواب دندان شکن ۔ جس زمانہ مین کہ سلطان شاہ خوارزمی خطا کا لشکر لیکر خراسان مین آیا تھا اور ممالک غور کی سرحد پر پہونچ کر دہانہ سرخش پر مقیم ہوا تھا ۔ ایک دن اُس نے اپنا ایلچی سلطان غیاث الدین کی خدمت مین بھیجا اور کچھ باتین چاہین ۔ غیاث الدین نے مجلس آراستہ کر کے ایلچی کو شراب پلانے کا حکم دیا تاکہ حالت مستی مین سلطان کے مزاج کا اندازہ اُس کے ایلچی سے معلوم ہو سکے ۔ جب ایلچی کو شراب کی حرارت سے نشہ ہوا تو اُس نے اُٹھ کر مطرب سے یہ رباعی گانیکو کہا

آن شیر کہ باتش او دہانہ ہست مقیم ۔ شیران جہان از و ہراسند عظیم
اے شیر تو از دہانہ دندان بنما ۔ لیکن باہمہ در دہان شیر اندر بیم

جب مطرب نے رود بجایا اور یہ رباعی گائی تو سلطان غیاث الدین کا رنگ بدل گیا اور ملوک غور بھی سب گھبرا گئے ۔ خواجہ صفی الدین محمود جو وزیرون مین سے تھا ۔ اور لطافت و ظرافت مین یکتا تھا ۔ اور شعر بھی اچھا کہتا تھا ۔ کھڑا ہوا ۔ اور زمین پر جھک کر ایلچی کے جواب مین یہ رباعی کہی اور مطرب سے کہا کہ گا

آن روز کہ ما رایت کین افرازیم ۔ وز دشمن مملکت جہان پردازیم
شیر سے ز دہانہ گر نماید دندان ۔ دندانش بگرز در دہان اندازیم

سلطان غیاث الدین نہایت خوش ہوا خواجہ کو اُس نے بہت سا انعام اور خلعت فاخرہ عطا کئے ۔ اور تمام ملوک نے بھی اُس کو صلے اور جائزے دئے ۔

صفت سخاوت ۔ کہتے ہین کہ سلطان قطب الدین ایک جوادل

بادشاہ ہند قوم ترک سے ہوا۔ بڑا سخی تھا۔ اُسنے بخشش اُس کی ایک لاکھ روپیہ کی ہوتی تھی چنانچہ بہاؤالدین اوشی اُس کی مدح مین کہتا ہے

ای بخشش تو لک بجہان آوردہ ۔ کان را کف تو کار بجان آوردہ
وز رشک کف تو خون گرفتہ دل کان ۔ این لعل بہانہ درمیان آوردہ

لطیفہ۔ جب سلطنت ہندوستان کی سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ کے ہاتھ سے بسبب تقرب یاقوت حبشی کے جاتی رہی تو کسی خوش طبع شاعر نے یہ بیت کہی۔

عنان تافت دولت ز بیرالتمش ۔ چو گرد سیاہ دید بر دامنش

دفع خصم بذریعہ شعر۔ جب سلطان علاؤالدین جہان سوز غوری نے سلطنت غزنی فتح کی اور خسروشاہ بن بہرام شاہ غزنوی قلعہ تنکنا باد مین کہ جو اعظم بلاد گرم سیر سے تھا پناہ گزین ہوا۔ تو علاءالدین نے یہ رباعی کہکر اُس کے پاس بھیجی

اول پدرت نہاد کین را بنیاد ۔ تا خلق جہان جملہ بہ بیداد افتاد
ہان تا ندہی ز بہر یک تنکنا باد ۔ سرتا سر ملک آل محمود بباد

خسروشاہ نے مقابلہ کیا۔ اور آل محمود کا ملک اسی قلعہ کے اوپر اُس کے ہاتھ سے گیا اور خاندان اُس کا برباد ہوا

ہجو ملیح۔ جب کہ چنگیز خان کے چالیس ہزار مغلون نے قلعہ تولک کو گھیرا اور حبشی نیزہ در محافظ قلعہ نے جو دراصل کفشگر تھا سردار لشکر مغل سے قیقو نوئین کی خدمت مین جاکر مال دینا قبول کیا۔ جسو اُسنے اہل تولک پر تقسیم کر دیا۔ تو وہ لوگ اِس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور ایک شاعر نے یہ رباعی کہی

گفتم حبشی نیزہ ور این خسران چیست ۔ با تو لکیان شکنجہ و زندان چیست

گفتا کہ منم کفشگر و فیقوسگ	سگ خاید و کفشگر کہ ورا بنان چیست

انتخاب یازدہم از تاریخ گزیدہ

مراجعت شاہ بذریعہ شعر۔ امیر نصر بن احمد سامانی ہری یعنے ہرات کی سیر کو گیا اور وہ اُس کو بہت پسند آئی وہین ٹھہر گیا۔ اور اُس کے اُمرا زن و فرزند کی یاد مین تھے۔ امیر نہ عزم بخارا کا کرتا تھا۔ اور نہ امرا کو اجازت دیتا تھا۔ اُنھون نے مقربان حضرت سے ہرچند کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک سردار رودکی شاعر سے ملا۔ رودکی نے بخارا کی تعریف اور امیر نصر کی تحریک عزیمت بخارا مین یہ اشعار اُس کے آگے پڑھے ؛

یاد جوی مولیان آید ہمے ؛	بوے یار مہربان آید ہمے ؛
آب جیحون از نشاط روی دوست	خنگ ما را تا میان آید ہمے ؛
ای بخارا شاد باش و شاد زی	میر زی[1] تو شادمان آید ہمے ؛
میر سرو است و بخارا بوستان	سرو اندر بوستان آید ہمے ؛
میر ماہ است و بخارا آسمان ؛	ماہ سوے آسمان آید ہمے ؛

امیر کو قرار نہ رہا کہ تمام شعر سُنے اور روانہ ہو گیا۔ یہان تک کہ بغیر موزہ پہنے ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور رودکی انھین اشعار پر اُس سردار کی بخشش سے غنی ہو گیا ؛

استمداد بذریعہ شعر۔ جب کہ امیر اسمٰعیل سامانی بن نوح والی بخارا غزون سے جو اس کے رفیق تھے متوہم ہو کر رات کو فرار ہوا تو یمین الدولہ محمود غزنوی کو اپنے حال سے خبر دی اور یہ رُباعی

[1] زی یعنی نزدیک و قریب ۱۲ بعض کتابون مین دوسرا مصرعہ یون بھی ہے ۱۲ شاہ سویت

بھی لکھ بھیجی۔

از دیدہ کہ نقش تو نمودم تو بہی[1]
وز دل کہ فرو گذاشت زودم تو بہی
وز جان کہ نداشت ہیچ سودم تو بہی
دیدم ہمہ را و آزمودم تو بہی

سیف الدولہ نے اُس کے حال پر رقت کر کے مدد کی۔ دونوں بخارا میں مخالفوں سے لڑے اور اسمٰعیل کو پھر بخارا مل گیا

انتہاء شاہ بوسیلہ شعر سنہ ۴۳۲ ہجری میں جب سلطان مسعود غزنوی سلجوقیون سے حدود مرو میں شکست کھا کر غزنی کو آیا اور شراب نوشی میں پڑ گیا تو کسی شاعر نے اس کے حق میں یہ قطعہ کہا

مخالفان تو موران بدند مار شدند
برآور از سر موران بار گشتہ و مار
مدہ زمان شان زین بیش و روزگار مبر
کہ اژدہا شود ار روزگار یابد مار

تحسین سلطان سنہ ۵۴۳ میں سلطان سنجر عراق میں آیا۔ سلطان بہرام شاہ غزنوی نے فتحنامہ جنگ غوریان اور جزم گ سام و سر سوری شاہزادہ غور کا سلطان سنجر کو بھیجا۔ فخر الدین خالد ہروی نے یہ رباعی اس معاملہ میں کہی

آنہا کہ بعہد تست نفاق آوردند
سر جملہ خویش را بہ نطاق آوردند
دور از سر تو سام بسر سام بمرد
وینک سر سوری بعراق آوردند

یادگار واقعہ سنہ ۵۴۸ ہجری میں جب کہ غزون نے سلطان سنجر کو قید کر کے بہت خرابی جہان میں کی اور مسلمانون کو جابجا قتل کیا تو امام محمد بن یحییٰ کو منہ میں خاک بھر کر مار ڈالا خاقانی نے یہ قطعہ اُس واقعہ کی شرح میں کہا

در ملت محمد مرسل نداشت کس
تا فضلہ از محمد یحییٰ فناے خاک

[1] یعنی تو بہتر ہے ۱۲

آن کردگاہ تہلکہ دندان فدائی سنگ
این کرد و از قتل دہن افدائے خاک

نوحہ سلطان سنہ ۵۵۱ھ میں سلطان اتسز جو اوّل بادشاہ خوارزم کا تھا مرگیا رشید الدین وطواط روتا ہوا اُس کے جنازہ کے ساتھ جاتا تھا اور یہ شعر کہتا تھا:

شاہا فلک از سیاستت می لرزید
پیش تو بطبع بندگی می ورزید

صاحب نظرے کجاست کو در نگرد
تا آن ہمہ مملکت بدین می ارزید

سرگذشت سلطان سنہ ۵۹۰ھ ہجری میں سلطان طغرل سلجوقی والی ہمدان نے سلطان تکش خوارزم شاہ کے لشکر پر فتح پائی تو کسی شاعر نے اس بارے میں یہ رباعی کہی:

ای پیش عزیزان تو خوارزمی خوار
وز خنجر بران تو خوارزمی خوار

زین بیش نیارند کہ بینند بخواب
در عرصہ سمنان تو خوارزمی خوار

سلطان طغرل رے میں جا کر مشغول شراب ہو گیا اور یہ رباعی کہی۔

مائیم درین جہان چرائیم و چمان
بخشیم و خوریم باد ناریم غمان

بے اہل بماناں و نہ خان و نہ مان
چون عمر نماند گو ہیچ نمان

ارکان دولت نے سلطان کو بہت سی عرضیاں لکھیں مگر ذوق عشرت سے اُن پر کچھ غور نہ کیا تب وزیر نے اسکے حق میں یہ رباعی لکھی:

گر ملک فرید و خت ابس اندوز بود
روزت ز خوشی چو عید نوروز بود

در کار خود ار بخواب غفلت باشی
ترسم کہ تو بیدار شوی روز بود

جب خوارزم شاہ رے کے قریب پہنچا تو سلطان طغرل نے غرور جوانی اور لشکر رے سے حملہ کیا اسوقت یہ اشعار شاہنامہ کے پڑھتا جاتا تھا:

چو زان لشکر کشن برخاست گرد
رخ نامداران ما گشت زرد

لہ وقت ۱۲

خروشے خروشیدم از پشت زین | کہ چون آسیا شد پریشان زمین

مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ آسیا سے پہر مین اُسی کی عمر کا دانہ پس جاویگا دولت اس سے پھری ہوئی تھی اس لیئے گرتا اپنے ہی گھوڑے سے اسکے پیر مین مار دیا گھوڑا گرا اور سلطان بھی گر پڑا اُسی دم تکش خوارزمشاہ نے اُسکا سر قلم کر کے خلیفہ بغداد کے پاس بھیجدیا اور جسم کو رستے مین سولی پر چڑھایا اسبارے مین کسی شاعر نے کہا ہے ؛

امروز بتنہا ملک جہان دل تنگیست | منصوبہ چرخ ہر زمان از رنگیست
دے از سر تو تا بفلک یک گز بود | امروز ز سر تا بہ تنت فرسنگیست

جواب باصواب تکش خان نے سلطان طغرل کے ایک ندیم سے کہا کہ کیا سلطان کی یہی مردی تھی کہ ہمارے ایک حملہ پر بھی پاؤن نہ جما سکا ندیم نے یہ شعر پڑھا

زہوبان فزون بود بیشتر بزور | ہنر عیب گردد چو برگشت دور

شعر حسب حال جبکہ تکش خوارزمشاہ نے سنجر والی نیشاپور کو پکڑا اور اُسکی آنکھون مین سلائی پھیری تو اسوقت سنجر نے یہ دو بیتین کہین ؛

تا چرخ مرا بلند کیا سے برخاست | دل از سر کار این جہا سے برخاست
چون دست قضا چشم مرا میل کشید | فریاد ز عالم جو اسے برخاست

تلوح صحیح جبکہ سلطان محمد خوارزمشاہ نے گورخان قراخطائی پر فتح پائی تو اُس کا خطاب ظل اللہ فی الارضین رکھا گیا۔ اور نور الدین منشی نے سلطان کے واسطے یہ قطعہ کہا ؛

شہنشاہا جوان بخت توئی آنکہ | توان رفعت ز تو خواہد فلک قرض
عجب قدر تو کمتر نماید ؛ | زیک ذرہ جہان در طول در عرض

ہمہ پاکان کروبی بعدست ؛ پس از تقدیم شرط سنت وفرض
اہی گویند مہ وخور رد وریہ ورد کہ السلطان ظل اللہ فی الارض ؛

ہجو ملیح — یہ نور الدین منشی باوجود فاضل ہونیکے شراب بہت پیتا تھا اسلئے اُس کے حق مین کہا گیا ہے ؛

فضل تو واین بادہ پرستی باہم مانند بلندیست و پستی باہم ؛
حال تو بچشم خوبرویان ماند ؛ کانجاست ہمیشہ نور و مستی باہم

نوبت سکندری — جب سلطان محمدؒ خوارزم شاہ سنے غوریون کا ملک فتح کرکے اپنے بڑے بیٹے جلال الدین منکبرنی کو دیا اُسوقت اُسکا نام سکندر رکھا گیا اور اُسنے اپنے واسطے نوبت سکندری رکھی ۲۷ نقارے سونیکے بنوائے پہلے دن ۲۰ شاہزادون اور ۵ عزیزون اور دو سلطان کے خویشون سنے وہ نوبت بجائی اسپر کسی شاعر سنے یہ شعر کہا

فلک گفت کار تب نہایت رسید چو طبلک زنت از شہان شد پدید

تنبیہ سلطان — جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ مغلون کے غلبہ سے کردستان مین جا کر مے پرستی ہو گیا تو نور الدین منشی سنے اسکے واسطے کہا ؛

شاہا ز مے گران چہ خواہد برخاست از مستی بیکران چہ خواہد برخاست
شہ مست و جہان خراب و دشمن پس و پیش پیدا است کزین میان چہ خواہد برخاست

مناظرہ زن وشو — ابن خطیب گنجہ معاصر سلطان محمود غزنوی بہت اچھا شاعر تھا اُسکے مناظرے اپنی منکوحہ مہستی کیساتھ نہایت شیرین اور لطیف ہین کہتے ہین کہ اُسنے نکاح سے پہلے مہستی کو بلا یا تھا مگر اُس سنے قبول نہ کیا اور یہ جواب لکھ بھیجا ؛

تن با تو نخواری اے صنم درندہم ؛ با آنکہ ز تو بہشت ہا کم درندہم ؛
یکبار سر زلف بخم درندہم ؛ برآب نخسیم خوش و نم درندہم ؛

ابن خطیب نے مکر کرکے دوسرے کے نام سے اُس کو حاصل کیا اور بعد ملاقات اُس سے کہا۔

تن زود بخواری اے صنم در دادی ۔ از گفتۂ خویشتن نیک باز استادی
گفتی خسپم در آب و نم در ندہم ۔ بر خاک بخفتی و نم اندر دادی

کرامت شیخ[۱] - شیخ امام جعدہ تبریزی کو جب حال آتا تھا تو وہ جوان لڑکون کے کپڑے پھاڑ ڈالتا تھا اور اُن کے سینہ پر اپنا سینہ رکھدیتا تھا جب بغداد مین گیا تو خلیفہ کے پاس ایک خوبصورت چھوکرا تھا۔ اُس نے وہ حال سُن کر کہا کہ یہ بدعتی ہے اور کافر اگر مجھ سے ایسی حرکت کریگا تو مین مار ڈالونگا جب مجلس سماع گرم ہوئی تو شیخ نے کرامات سے وہ بات معلوم کرلی اور کہا

سہل است مرا بر سر خنجر بودن ۔ در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدۂ کہ کافرے را بکشی ۔ غازی چو توئی رواست کافر بودن

خلیفہ کے چھوکرے نے اُس کے پاؤن مین سر رکھا اور مُرید ہوگیا ؛

ہجو ملیح صاحب دیوان - ملک رضی ترمذی الغاخان کے عہد مین دیار بکر کا حاکم تھا جب اُس کو معزول کرکے وہ اسامی جلال الدین سرائی مخنث کو دی گئی تو ملک نے یہ دو بیتین خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کو لکھ بھیجین ؛

شاہا ستدی کشور ت از چو منے ۔ دادی بہ مخنثے نہ مردے نہ زنے
زین کار چو آفتاب روشن گشتم ۔ پیش تو چہ دف زنے چہ شمشیر زنے

نوحہ مرگ انبوہ - کمال اسمٰعیل صفہانی ایک شیرین خیال شاعر تھا۔ جب مغلون کے قتل عام مین مقتول ہوا تو یہ رباعی اپنے خون سے دیوار پر لکھ مرا ؛

دل کو ست کہ تا بر وطن خود گرید ۔ بر حال خود و برین و قائع بد گرید

[۱] یہ قطعہ پہلے کسی صفحہ مین مولانا اوحدی کے نام سے حسب روایت مؤلف تذکرۂ آتشکدہ آذر کے لکھا گیا ہے ۱۲

وے بر سر مردۂ دو صد شیون بود	امروز یکے نیست کہ بر صد گرید

مجادلہ زن وشو – مجد الدین ہمگر یزدی کی عورت سالخوردہ تھی اور اُس کے پیچھے پیچھے اصفہان مین آگئی تو ایک شاگرد نے مجد الدین سے کہا کہ مژدہ کہ خاتون بخانہ فرود آمد ہمگر نے کہا مژدہ دستان بودے کہ خانہ بخاتون فرود آمدے یہ بات عورت تک پہونچ گئی اُس نے شوہر کو دیکھتے ہی عتاب آغاز کر کے کہا کہ پیش ازمن و تو لیل و نہارے بودہ است ہمگر نے جواب دیا کہ پیش ازمن بلے اما پیش از تو حاشا کہ لیل نہارے بودہ باشد ؛

محاکمہ شاعری – اہل کاشان نے یہ اشعار انوری اور ظہیر کے بارہ مین بطور استصواب مجد الدین ہمگر کے پاس بھیجے تھے ؛

ای آن زمین وقار کہ بر آسمان فضل	ماہ خجستہ منظر و خورشید انوری
جمعے زنا قدان سخن گفتۂ ظہیر ؛	ترجیح مے دہند بر اشعار انوری
جمعے دگر برین سخن انکار مے کنند	فی الجملہ در محل نزاع اند و داوری
رجحان یک طرف تو بدین سان کہ ہست	زیر نگین طبع تو ملک سخن وری

ہمگر نے جواب مین یہ قطعہ لکھا ؛

جمعے ز اہل خطۂ کاشان کہ بردہ اند	در باب فضل و دانش گوئے سخنوری
کردند بحث در سخن منشیان نظم	تا خود کہ سفت سوری[1] و ردا وری
در انوری مناظرہ شان رفتہ در ظہیر	تا مر کراست پایہ برتر ز شاعری
وز آب خاریاب یکے عرضہ داد در	وز خاک خاوران دگرے زر جعفری
ترجیح مے نہاد یکے مہر بر قمر	تفضیل می نمود یکے حور بر پری
انصاف چون نیافت گروہ از دگر گروہ	من بندہ را نظر شان بداوری
محضر نوشتہ چون بمن داعی آمدست	استغنا از دو سر ز سر نیک محضری

[1] یہ مصرع اسیطرح اصل مین تھا ۱۲ ملہ شاید یون ہو۔ من بندہ را گزید نظر شان بداوری

درکان طبع آن چو بگشتم گران گران — در قعر بحر این چو نمودم شناوری
شعرے یکے برآمد چون در شاہوار — نظم دگر بیامد چون زر جعفری
شعر ظهیر اگرچه بیامد ز جنس نظم — با طرز انوری نه زند لاف همسری
بر اوج مشتری نرسد نیز نظم او — خاصه که ثنا گری و مدح گستری
طعم رطب گرچه لذیذ است و خوش مذاق — کے به بود بخاصیت از قند عسکری
بید ار چه سبز و نغز و لطیف است و آبدار — چون در چمن بجلوه گه بید عرعری
این است اعتقاد درے در عذر گو — گر تو مقلد سخن مجد همگری
اے سالک مسالک فکرت درین سوال — معذور نیستی بحقیقت چو بنگری
تمیز را ز روئے تناسب وزن و طرز — هیچ اختیار نیست بدین شرح گستری
کین معجز است و آن سحر این شمع و آن چراغ — این ماه و آن ستاره و این حور و آن پری

تمام شد

انتخاب دوازدہم از تحفۃ الکرام - ماہ اکتوبر ۱۹۰۵ء

رہائی بذریعہ سخن - میر سید محمد عتابی بعد کسب فضائل اپنے وطن نجف سے دکن مین آکر عادل شاہ کا مصاحب ہوگیا تھا اور اسکے مارے جانے کے بعد شاہ دہلی کی خدمت مین آکر ممتاز ہوا مگر پھر بادشاہ کی ناراضی سے سات سال تک گوالیار کے قلعہ مین محبوس رہا اور آخر اس رباعی کے صلہ مین رہائی اور زادراہ پاکر حج کو گیا - رباعی

دربند شہان بادشہے می باید	لشکرکش وصاحب سپہے می باید
من خود چہ کسم درچہ شمارم چہ سگم	زندان ترا شہنشہے مے باید

حذاقت عجیب - خلیل بن احمد واضع علم عروض اسقدر ذکی اور حاذق تھا کہ ایک حکیم آنکھ کی دوا دیتا تھا جو بہت مجرب تھی جب وہ مرگیا تو اسکا نسخہ کسی کو نہ ملا تب اسنے اسکے دوا رکھنے کے برتنون کو سونگھ سونگھ کر پندرہ دوائیان دریافت کین ایک مدت بعد جو اصلی نسخہ اس حکیم کا لکھا ہوا ملا تو سولہ دوائیان تھین جن مین پندرہ وہی تھین - خلیل ۱۷۰ھ ہجری مین مرگیا

لطائف ابوالعینا - ابوالعینا بن قاسم ظریفون مین سے تھا ایک دن وزیر کے پاس گیا - اسنے پوچھا کہ کیون دیر کرکے آیا تو کہا کہ میرے گھوڑے کو چور لے گئے تھے پوچھا کہان لے گئے کہا کہ مین اسکے ساتھ نہ تھا جو کہون

۲- ایک دن ایک آدمی کو رستہ مین کھڑا دیکھکر پوچھا کہ کون ہے وہ بولا کہ مین آدم کی اولاد مین سے ایک آدمی ہون ابوالعینا نے کہا مرحبا میرا تو یہ خیال تھا کہ آدم کی اولاد نہین رہی ہوگی الحمدللہ کہ ابھی باقی ہے -

۳- ایک دن وزیر کی مجلس مین برامکہ کے احسان کا ذکر ہوتا تھا وزیر نے

کہاکہ شاعرون نے یہ جھوٹی باتین بنالی ہین ابوالعینانے کہا وہ تو مرچکے ہین تم جیتے ہو چاہیے تھا کہ تمھاری جھوٹی باتین بناتے۔

۴- ایک دن وزیر کی مجلس مین ابوالعینا کسی سے کانا پھوسی کررہا تھا وزیر نے پوچھا کہ کیا جھوٹ گڑھ رہے ہو کہا کہ تمھاری تعریف کرتے ہین۔

۵- ابوالعینا جوانی مین اندھا ہوگیا تھا اور چالیس برس تک اندھا رہا متوکل خلیفہ نے ایک محل بنایا تھا اُسمین جشن کرکے ابوالعینا کو بلایا اور پوچھا کہ تو اس قصر کے بارہ مین کیا کہتا ہے اُسنے کہا کہ لوگ تو دنیا مین گھر کرتے ہین اور تونے دنیا کو گھر مین کرلیا۔ متوکل نے خوش ہوکر تکلیف ملازمت دی ابوالعینا نے کہا کہ جو کوئی بادشاہ کے دربار مین آتا ہے اُسکو چاہیے کہ خدمت کرے مین تو آنکھون سے معذور اور دوسرے آدمی کا محتاج ہون کیسے خدمت کرسکتا ہون۔

لطیفہ- ابومحمد قاسم بن علی حزامی صاحب مقامات حریری ڈاڑھی کھوٹا کرتا تھا حاکم بصرہ نے منع کیا تو دق ہوا ایک دن امیر کو خوش کرکے اُس سے کہلوایا کہ مانگ تو اسنے کہا کہ تو میری ڈاڑھی کا خیال چھوڑدے وہ ہنسا اور بولا کہ تو جان اور تیری ڈاڑھی۔

فی البدیہہ- مولانا شمس الدین علی یافعی نے اکثر قصیدے شاہ طہماسپ صفوی کے نام پر کہے ہین ایک دن شاہ اس سے کچھ کہتا تھا مگر وہ گرانی گوش سے نہین سنتا تھا مگر جب واقف ہوا تو یہ دو بیت فی البدیہہ کہکر لے گیا۔

از گرانی نشد صدف گوشم	قول شہ را کہ بود دُر ثمین
جاے آن بود کز گرانی گوش	پاے تا سر فرو روم بہ زمین

عذر ہدیہ - خواجہ غیاث الدین ایک دن ایک قبائے زربفت شاہ عباس ماضی کے پاس لے گیا جسمین یہ رباعی کڑھی ہوئی تھی -

اے شاہ سپہر قدر خورشید لقا ۔۔۔ خواہم ز لقا بقدر عمر تو قبا
این تحفہ بہ نزد چون تو شاہے عیب است ۔۔۔ خواہم کہ بپوشی از کرم عیب مرا

شاہ نے فرمایا کہ بچشم پوشیدم -

تناسخ - درویش حیدر ایک اچھا شاعر تھا اور مذہب تناسخ رکھتا تھا اپنے کو شیخ نظامی بتاتا تھا اُسنے اس باب مین کہا ہے -

در گنجہ فرو شدم پے دید ۔۔۔ از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید ۔۔۔ ہر چند فرو رود بر آید

ہجو ملیح - مولانا عبدی ایک خوش طبع شاعر تھا اُسنے کافی نام ایک شخص کی ہجو مین کہا ہے -

میخواستم کہ بینم تا چہ کس است کافی ۔۔۔ کلبے براہ دیدم چون بر درش رسیدم
دل گفت باش عبدی شاید کہ بینی اورا ۔۔۔ گفتم چہ بینم اورا کافی است انچہ دیدم

ماجرائے عجیب - سنہ ۱۳۰ھ مین احمد آباد کے ایک سپاہی کے گھر لڑکا پیدا ہوا جسکے یہان چراغ جلانے کو تیل بھی نہ تھا اُسنے آنول نال گاڑنے کے لیے گڑھا کھودا تو ایک تانبہ کا طشت اشرفیون سے بھرا ہوا نکل آیا وہ طشت لیکر ایک ہندو دوکاندار کے پاس کچھ ضروری سامان خریدنے کو گیا دوکاندار کے یہان اُسکے دادا کا لکھا ہوا تھا کہ مین نے اتنی اشرفیان ایسے ایسے طشت مین مکان کے پاس گاڑی ہین اُسنے وہ نشانات دیکھکر سپاہی کو پکڑ لیا مقدمہ حیدر قلی خان تک پہونچا جو اُسوقت وہان کا صوبہ دار تھا - اُسنے ہندو سے کہا کہ تمہارے مذہب کے مطابق تیرے دادا نے

اسکے گھر جنم لیا ہے اور اُسنے اپنے دفینہ کا پتہ اُسکو دیدیا ہے۔

لطیفہ۔ شیخ وجیہ الدین احمد آباد کے ولیون مین سے تھا اُس سے ایک مولوی نے کہا کہ یہ تمسے بعید معلوم ہوتا ہے کہ تمنے اُمّی مرشد کیا ہے اُسنے کہا الحمد للہ کہ میرا پیر مثل میرے پیغمبر کے اُمّی ہے۔

کرامات جوگی۔ کہتے ہین کہ گجرات مین مانک ناتھ جوگی صاحب دستگاہ عجیبہ تھا جب کہ سلطان احمد شاہ شہر آباد کرتا تھا مگر جوگی نہین چاہتا تھا اسلیے جو کچھ دن کو بنتا تھا رات کو گر جاتا تھا آخر بعد تفحص معلوم ہوا کہ ایک جوگی صاحب تصرف بالغ ہے جو دن کو تو اپنی گدڑی مین ڈورے ڈالتا ہے اور رات کو نکال لیتا ہے لوگ اسکے پاس آئے اور پوچھا کہ تجھ مین کیا قدرت ہے بولا کہ زمین اور آسمان کی خبرین دے سکتا ہون اور کم سے کم امتحان میرا یہ ہے کہ بہت تنگ منہ کے کوزہ مین سے نکل جاؤنگا اُسکو تکلیف امتحان کی دیگئی جون ہی وہ کوزہ مین گیا شیخ احمد کھٹو نے کہا کہ کوزہ کا منہ مضبوط کرلو جوگی نے کہا تم جیت گئے میرا ارادہ تو نہین بنانے دینے کا تھا مگر خیر میرا بھی کچھ نام رکھو تو جو بناتے ہو بن جائیگا۔ پس وہ جگہ مانک چوک مشہور ہے اُسکی تاریخ خیبر ۸۱۳ھ اور مسجد جامع کی تجبیر ۸۱۶ھ ہے۔

سوال وجواب عارفانہ۔ حقیقی محمد بیگ نام ایک نامی شاعر سورت مین تھا اُسنے ایک دفعہ یہ شعر کہا۔

درحقیقت دگرے نیست جدا ایم ہمہ	لیک از گردش یک نقطہ جدا ایم ہمہ

محمد فارق نے اسکے جواب مین کہا۔

قطرہ بگر نیست کہ از بحر جدا ایم ہمہ	بحر بر قطرہ بخندد کہ ما ایم ہمہ

تشخیص وعلاج عجیب۔ ابوبکر محمد بن بہرذ طبیب بغدادی اپنے زمانہ کا بقراط تھا

ایک آدمی کے پانون مین ایسا درد ہوتا تھا کہ وہ جینے سے مرنے کو بہتر سمجھتا تھا ابو بکر محمد نے کہا کہ مضبوط پٹی باندھو اور ایک کہاتی کو بلا کر دونو پنڈلیون کی ہڈیون مین سوراخ کرا دیا جسمین سے تین قطرہ کالے پانی کے ٹپکے پھر خشک بند بند ھوا کر فوراً اچھا کر دیا۔

فی البدیہہ۔ ایک وقت خواجہ نظام الدین کے پانون مین درد ہونے لگا تو شمس الدین محمد عرف خالہ نے جو اُسکے ہمنشیون مین سے تھا یہ بدیہہ کہا۔

گر درد کند پای فلک پیمایت
سرّے است از آن عرض کنم بر رایت
چون از سر دشمنت بجان آمد درد
آمد بتظلم کہ فتد در پایت

قدر خوشنویسی۔ جمال الدین عرف یاقوت خلیفہ بغداد مستعصم کا زرخرید تھا اور کئی قسم کے خط لکھتا تھا اُسکا لکھا ہوا ایک حرف ایک ٹکہ مین ایک لفظ دو ٹکہ مین ایک سطر پانچ ٹکہ مین ایک صفحہ سو ٹکہ مین ایک جزو پانچسو ٹکہ مین اور قرآن بیس ہزار ٹکہ مین بکتا تھا۔

لطیفہ۔ سلمان بن مہران دانشمندان کوفہ سے تھا اُسمین اور امام اعظم بوحنیفہ مین مذاق ہوا کرتا تھا سلمان اندھا تھا ایک دن بوحنیفہ اُس سے ملنے کو گیا اور خوش طبعی سے پوچھا کہ خدا تعالی جسکی بینائی لے لیتا ہے تو اُسکو اُس سے بہتر کچھ دیتا بھی ہے تجھے کیا دیا ہے کہا کہ کانون کو نہین دیکھتا اور تو اُنہین سے ہے۔

صفت ہدیہ۔ برہان الدین صدر نے جو نیشاپور کا شیخ الاسلام تھا ایک وقت ایک بادشاہ کو تلوار اور پگڑی بھیجی اور یہ قطعہ لکھا۔

پیش تخت تو شہا تیغے و دستارے چہ
میفرستم مجل و شرمگین از مختصری
تا ہر آنرا کہ بجان بندہ درگاہ تو نیست
بیکے چشم بہ بندی جگر سر ببری

فی البدیہہ - ایک دفعہ ملک طغان شاہ کے پاؤن مین درد ہوتا تھا برہان الدین نے یہ رباعی اُسکو لکھ بھیجی -

گر پاے فلک سای ملک رنجور است ۔۔۔ نزدیک خرد نہ از حقیقت دور است
او ہست جہان و ز جہان ہست پاے ۔۔۔ پاے کہ جہانے بکشد معذور است

لطیفہ - ابو محمد بن یحیی بن مبارک ایک دفعہ خلیل بن احمد کے پاس گیا جو گدی پر بیٹھا تھا اُسنے اپنے برابر اسکو جگہ تو دیدی مگر ابو محمد نے اُسکو دل مین تنگ دیکھ کر کہا کہ مولانا کی جگہ میرے آنے سے تنگ ہو گئی خلیل نے کہا کہ جہان دو دوست بیٹھین وہان جگہ تنگ نہین ہے مگر دو دشمنون کے واسطے تو سارا جہان بھی تنگ ہے -

بدیہہ وقت قتل - نصر اللہ خسرو ملک بن نظام شاہ غزنوی کا وزیر تھا جسنے کلیلہ دمنہ کا ترجمہ کیا ہے مگر ناموافقت روزگار سے قید ہو گیا اور یہ رباعی خسرو ملک کے پاس بھیجی -

اے شاہ مکن آنچہ بپرسند از تو ۔۔۔ روزیکہ تو دانی کہ نہ ترسند از تو
خورسند نہ بملک و دولت نہ خدا ۔۔۔ چون باشم من زبند خورسند از تو

مگر کچھ فائدہ نہوا اور آخرش قتل کیا گیا اُسوقت اُسنے کہا -

از مسند عز گرچہ ناگہ رفتیم ۔۔۔ الحمد للہ کہ نیک آگہ رفتیم
رفتند و شدند و نیز آیند و شوند ۔۔۔ ما نیز توکلت علی اللہ رفتیم

نوحہ وقت نزع - سلطان ابراہیم غزنوی کا وزیر قوام الملک نظام الدین صاحب الکبیر تھا اُسنے ناموری کے بہت کام کیے تھے جب مرنے لگا تو کہا -

دریغا گوہر فضلم کہ در ضد وبال آمد ۔۔۔ اگرچشم حاسد ان فضلم ہمہ سنگ و سفال آمد

چہ کلک ندر بیان من بدیدی خاطر نحوی	مراتب را خبر دادے کہ ہان عز و جلال آمد

مجادلہ زن و شوہر - خواجہ مجد الدین ہمگر اتابکان فارس کے عہد مین ملک الشعرا تھا وہ ایک دفعہ اپنی بوڑھی عورت کو یزد مین چھوڑکر اصفہان کو گیا تھا عورت بھی اُسکے پیچھے ہی پہونچی ملازمون نے خواجہ کو خوشخبری دی کہ خاتون گھر مین آگئی ہے کہا کہ خوشخبری تو یہ ہوتی کہ گھر خاتون پر آگرا ہے - عورت نے یہ بات سنکر گلہ کیا اور کہا کہ پیش از من از تو لیل و نہارے بودہ * خواجہ بولا کہ پیش از من شاید اما حاشا کہ پیش از تو لیل و نہاری باشد - یعنی مجھسے پہلے تو شاید لیل و نہار ہو مگر تجھسے پہلے تو نجدا نہوگا -

لطیفہ - جب امیر تیمور نے فارس فتح کیا تو چغلخورون کی کوشش سے شمس الدین حافظ شیرازی کو بلاکر کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کے آباد کرنے کے واسطے تمام جہان کو ویران کر دیا اور تو ایک خال ہندو کو بخشکر کہتا ہے -

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے عرض کی ایسی ہی بخششون سے تو مین اس حال کو پہونچا ہون امیر تیمور ہنسا اور معاف کیا -

قدر شعرا - حافظ شیرازی سلطان محمود شاہ بہمنی والی دکن کے عہد مین میر فضل اللہ انجو کے بلانے سے جو سلطان کا صدر تھا کشتی مین بیٹھ کر آیا تھا مگر باد مخالف سے شیراز کو لوٹ گیا اور ایک غزل معذرت مین میر مذکور کو بھیجی سلطان نے کہا کہ ہماری ولایت کا ارادہ کیا اور محروم رہا پس دس ہزار تولہ سونا اسکے واسطے بھیجا -

ایجادات امیر فتح اللہ میر فتح اللہ شیرازی نے دکن مین والی بیجاپور کے پاس پہونچکر منصب وکالت اور عضدالدولہ کا خطاب پایا تھا اخیر مین اکبر بادشاہ کے پاس پہونچکر رفیق سیر و شکار ہوا اُسکی ایک ایجاد تو یہ تھی کہ ایک آدمی ایک ساتھ ۲۰ بندوقون مین باروت بھر دیتا تھا دوم وہ ایک چلی چھکڑی گاڑی پر لگا دیتا تھا جو راستہ مین ایک منزل سے دوسری منزل تک کئی من آٹا خود بخود پیس ڈالتی تھی سیوم رسی کا ایک سرا مرغ کے پانؤن سے باندھ دیتا تھا اور دوسرے سرے کو چالیس آدمی پکڑ کر کھینچتے تو نہین کھینچ سکتے تھے تب وہ مرغ کو ہلاتا وہ اُڑتا اور اُن چالیسون آدمی کو زمین پر کھینچ لیجاتا تھا۔ اُسکی وفات ۹۹۷ھ مین واقع ہوئی۔

اصطلاحات اطعمہ ابو اسحٰق شیرازی عرف بسحق اشعار مین اصطلاح اطعمہ کی رعایت بہت کرتا تھا چنانچہ۔

نرگس کہ شبیہہ است بچشم خوش دلبر	گویند کہ دارد طبق از سیم پر از زر
در دیدہ بسحاق نہ زر دارد و نہ سیم	شش نان تنک دارد و یک صحن مزعفر[ALL]

مطابیہ عیا تا حلوائی ایک شاعر شیرین سخن تھا جب اُسکے ماتا نکلی تھی تو یہ بیت کہی تھی۔

اے فلک بنگر کہ در سامان کدام افزون ترکم	از تو اختر و زبیابان ریگ و ز دریا آبلہ

شعر پُر عبرت مرزا صادق شیرازی ایک فقیر وضع بیپروا آدمی تھا اُسکی وفات کے دن لوگ اُسیکا یہ شعر جنازہ کے آگے آگے پڑھتے جاتے تھے عجب حال طاری تھا۔

از ازل صادق بدنیا سیل آمیزش نداشت	چند روزے آمد و یاران خود را دید و رفت

معذرت ۔ قاضی احمد اللہ عرف قاضی لاغر ایک دفعہ حاکم سیستان سے

روٹھکر قندھار مین گیا قاضی ہوگیا اور یہ قطعہ معذرت مین بھیجا۔

شہنشہا ز کرم عذر بندہ را بپذیر ز صحبتت و سہ روئے اگر کنارہ کنم
ز خدمت تو مرا مانع است امر قضا تو خود بگو کہ با امر قضا چہ چارہ کنم

حسب الحال۔ خوشتر پسر محمد افضل سرخوش صاحب تذکرہ کلمات الشعرا اول قاسم نام ایک قناد چھوکرہ پر مائل تھا اور پھر یوسف نام دوسرے چھوکرہ پر عاشق ہوگیا چنانچہ اسبارہ مین کہتا ہے۔

از بسلہ لعشق اعتبار است مرا ہر دم بتکرے بے مدار است مرا
از قاسم قناد گذشتم خوشتر با یوسف مصری سر و کار است مرا

معارضہ شاعرانہ۔ یکتا مخاطب احمد یار خان اقسام شعر گوئی مین یکتا تھا اور اواخر عہد عالمگیری مین صوبہ دار ٹھٹھہ کا تھا مگر پھر اپنے وطن خوشاب ضلع لاہور مین رہتا تھا لاہور مین محمد عاقل نام ایک شخص کا بھی یکتا تخلص تھا جب اُس یکتا نے یہ سنا تو کہا کہ ہم یکتا نہین رہے بلکہ دوتا ہوگئے اور شاعرون کو جمع کرکے ایک غزل طرح کی اسمین وہ اُس یکتا سے بڑھ گیا اور شاعرون کے مہر و دستخط سے اپنی یکتائی کا محضر لکھا لیا۔ محمد عاقل یکتا شعر کی چوری مین متہم تھا۔

طبع آزمائی شعرا۔ میر محمد مراد لکھنوی شوق دیدار صائب مین سپدل ایران کو گیا صائب نے نہایت تعظیم و تکریم کی اور اپنے دیوان خانہ مین ٹھہرایا اور اُسکی فکر سخن کو پسند کیا وہ کہتا تھا کہ مین نے کبھی مرزا صائب کو شعر کے واسطے متفکر نہین دیکھا مگر ایک دن۔ پوچھا تو اُسنے ہنسکر کہا کہ اسوقت یہ شعر فردوسی کا یاد آیا ہے۔

بفرمود تا رخش را زین کنند دم اندر دم نای زرین کنند

اور شفائی نے اسکا یہ جواب دیا ہے ۔

بفرمود تا زین بر ابرش نہند	چہ زین ہمہ بالاے آتش نہند

مین چاہتا ہون کہ اسکا خوب جواب دون مین نے عرض کی کہ یہ حکم مجکو دیدو مہربانی سے اسنے قبول کیا مین نے رات کو غور کرکے یہ بیت کہی جسکو سنکر اسنے تحسین کی ۔

بفرمود تا زین بر ادہم کنند	چہ پشت صبا مسند جم کنند

سودا اوراق (صاحب تحفۃ الکرام) کو ان بیتون کے پڑھتے وقت یہ بیت بدیہہ خاطر مین آئی ۔

بفرمود تا بر فرس زین کنند	فلک را بماہ نو آزین کنندا

مادہ ہاے تاریخ حسب حال] جب شاہجہان بادشاہ نے تخت نشین ہو کر اپنے بھائی شہریار کو اندھا کیا تو اسنے اپنے حسب حال یہ تاریخ کہی تھی

ز نرگس گلاب ار چہ نتوان کشید	کشیدند از نرگس من گلاب
چو جستم کسے از پے تاریخ من	بگو گور شد دیدۂ آفتاب

غریب اتفاقات سے تاریخ تولد عالمگیر بادشاہ آفتاب عالمتاب بھی اسنے ہنگام جلوس خود آفتاب عالمتاب ام تاریخ کہی اور اسکے مرنے کی تاریخ میر عبد الجلیل نے فی آفتاب عالمتاب پائی ۔ اسکے بعد جب شاہ عالم عرف شاہ عالم بہادر شاہ غرہ محرم سنہ ۱۱۷۳ کو تخت نشین ہوا تو اسنے اپنے جلوس کی تاریخ آفتاب عالمتاب من ۔ کہی

۱	سنہ ۱۰۲۷ ہجری	ان تاریخون سے شاعرون و مورخون کی جدت طبع و سیاق دانی ظاہر ہے ۔
۲	سنہ ۱۰۳۸ "	
۳	سنہ ۱۰۶۹ "	
۴	سنہ ۱۱۱۸ "	
۵	سنہ ۱۱۷۳ "	

تاریخ وفات مرزا کامران - ہمایون بادشاہ کا بھائی مرزا کامران کعبہ مین جاکر فوت ہوا ایک شاعر نے - بادشاہ کامران بکعبہ مرد + اور دوسرے نے بگو شاہ محروم در مکہ ماند + کہی تھی -

تاریخ حسب حال - مرزا کامران کا ایک لڑکا مرزا قاسم شوکتی تخلص بہت ذہین و ذکی تھا وہ آگرہ کے قلعہ مین مرا تو کسی نے اُسکی تاریخ مین کہا

نماند از کامران نام و نشانے

یہ شعر شوکتی کا ہے -

قضا بکشتن من این قدر شتاب مکن	بجو اہم از ستمت مرد اضطراب مکن

ذہانت خداداد - شافعی کی مان زاہدہ تھی آدمی اُسکو امانت سونپ جایا کرتے تھے ایک دفعہ دو آدمی ایک جامدانی سونپ کر یہ کہہ گئے تھے کہ دونون آکر لے جائینگے مگر چند عرصہ کے بعد ایک شخص آکر لے گیا پھر دوسرا لینے آیا اور کہنے لگا کہ شرط تو دونون کے آکر لیجانے کی تھی - یہ سنکر وہ شرمندہ ہوئی اُسیوقت شافعی جو ۶ برس تھا مکتب سے آیا اور بولا کہ ہان وہ شرط قائم ہے تو جا اور اُسکو لے آ - وہ آدمی عاجز اور خجل ہو کر چلا گیا -

فی البدیہہ - ابوالقاسم حسن عنصری اپنے زمانہ کا ملک الشعرا تھا نظامی عروضی نے چار مقالہ مین لکھا ہے کہ یمین الدولہ محمود ایک رات عالم مستی مین ایاز کی زلفون کو دیکھکر خیال خط نفس سے مست ہو گیا ایاز نے کہا کہ حق کو باطل کے شامل نہین کرنا چاہیے فرمایا کہ اپنی زلفین کاٹ ڈالے اُسنے کاٹ ڈالین صبح بادشاہ ہوش مین آیا تو بہت تڑپا تلملا یا اور

اور ۵ سنہ ۹۶۴ ہجری
۲ سنہ ۹۷۳ ہجری

گھبرایا کہ میرے ہاتھ سے کیا کام ہو گیا کسی کو اُسے تسلّی دینے کی جرأت نہوئی تب علی حاجب نے عنصری سے کہا کہ سلطان کو بحال کر اُسنے حاضر ہو کر یہ بدیہہ کہا -

گر عیب سر زلف بت از کاستن است | چہ جاے بغم نشستن و خاستن است
جاے طرب و نشاط و می خواستن است | کار استن سرو و پیراستن است

سلطان نے اُسکا منھ تین بار جواہرات سے بھرا اور مطربون نے اُس رباعی کو ترانہ بنا کر اُسکو اور خوش کیا -

فی البدیہہ - شمس الدین الباقلانی علم و فضل مین اپنے ہمسرون سے بڑھ گیا تھا ایک دفعہ خواجہ نظام الملک کو خارش[۲] ہو گئی تھی اُسنے یہ رباعی کہہ کر سب شاعرون کے ورق دھو دیے[۱] تھے -

دست تو کہ ابر نو بہار کرم است | از و گردن چرخ زیر بار کرم است
بر دست تو گر نیست بگویم آن چیست[۲] | آن گلبن جود و خار خار کرم است

ایجاد عجیب - شاہ ناصر خسرو جب یمکان علاقہ بدخشان مین رہتا تھا تو اُسنے ایک حمام بنایا تھا جو عجائبات عالم سے تھا اُسکے جامہ خانہ[۳] مین ۲۴ حلقے تھے جب ایک حلقہ کو کھینچتے تھے تو ایک دروازہ کھلتا تھا اور ایک قبہ مثل جامہ خانہ کے نکل آتا تھا اُسکے دیوارون پر سات طبقہ کا ایک گھر تھا اُن سات طبقون کے ہر ایک حلقہ کو جب کھینچتے تھے تو حمام کا دروازہ پیدا ہو جاتا تھا مگر اُن ساتون طبقہ کا جاننے والا ایک حامی کے سواے اور کوئی نہ تھا اگر اُسکے سواے دوسرا آدمی اُن

---

[۱] یعنی رد کر دیے - [۲] بمعنی خارش -
[۳] وہ مکان جہان نہانے کے لیے کپڑے اُتارتے ہین -

سات حلقون کو کھینچتا تو اپنے کو جامہ خانہ اول مین پاتا دوسری عجب بات یہ تھی کہ اس حمام کے تمام گھر ایک پیالے سے روشن ہوتے تھے کہتے ہین کہ ابتک اُس عمارت کے آثار باقی ہین —

لطیفہ — جویا اور گویا کشمیر مین دو شاعر تھے کسی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ کیا کوئی شاعر کشمیر مین ہے کہا ہان جویا اور گویا دو بھائی ہین پوچھنے والا بولا جب تو گویا طالب کلیم کے دو ٹکڑے کرکے یہ دو بھائی پیدا ہوے ہین کیونکہ طالب کے معنی جویا اور کلیم کے گویا ہین —

لطف سخن — بدیع الزمان عبدالواسع جستانی ایک کاشتکار دہقان تھا ایک دن سلطان سنجر کپاس کے کھیت پر جا نکلا کیا دیکھتا ہے کہ عبدالواسع اونٹون کو کھیت کھانے سے روکتا ہے اور یہ بیت پڑھتا ہے

اشتر دراز گردنا دانم چہ خواہی کردنا	گردن فرازی میکنی پنبہ بخواہی خوردنا

سلطان نے اس کلام سے اسکا لطف طبع جانکر نوکر رکھ لیا اسکا کام بتدریج اسقدر بڑھا کہ سب لوگ حسد کرنے لگے — بہارستان مین لکھا ہے کہ شاعرون کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اُسکے مشہور قصیدہ کا جواب نہین دیسکا ہے جو اُسکے دیوان کے عنوان مین درج ہے اور جسکا یہ مطلع ہے —

شگفتہ زلف و نرگس چشم و لالہ روی و نسرین بر	کہ دارد چو تو معشوقی نگار چابک دلبر

رباعی در بیان ہرات بالاختصار

لہراسپ نہاد وست پری را ختیار	گشتاسپ دگر دروبنا سے بہ نہاد
بہمن پس ازان عمارتی دیگر کرد	اسکندر رو بیش ہمہ داد بباد

سلہ مخفف ہرات —

کرامات ابدال - محمد چرخ گر ہرات کے ابدالون مین سے تھا ایکدن مسجد مین سویا ہوا تھا پانی کا ایک کوزا گر گیا تھا خادم نے پیشاب سمجھکر اُسکو ستایا تو وہ ایک آہ مارکر نکلگیا فوراً آگ لگ اُٹھی مسجد جلگئی وہان سے بازار مین جا پہونچی جسکو جلہ فروشان کہتے تھے سلطان مجد الدین طالبہ کو جو یگانہ روزگار تھا خبر دی گئی وہ چرخ گر کے پیچھے گیا اور اُسکے پاس پہونچکر کہنے لگا کہ چرخ گر مسلمانون کے شہر کو کیون جلاتا ہے چرخ گر نے لوٹ کر اپنا غصہ آگ پر ڈالا آگ بجھ گئی اور یہ رباعی پڑھی -

آن آتش در دشتین که برافروخته بود	او سوختن از دل من آموخته بود
گر آب دو چشم من نه دادی یاری	چه جلہ فروشان که ہمی سوخته بود

صاف گوئی - مولانا مظفر ایک دفعہ سلطان غیاث الدین کرت والی ہرات سے روٹھکر شیراز مین شاہ شجاع کے پاس گیا اُسنے تجمل کے واسطے بہت سے فاضلون کو جمع کرکے ایک جگہ مولانا کے لیے مقرر کی مولانا وہان نہ بیٹھکر شاہ کے زیلوچہ[1] کے کنارہ پر جا بیٹھا اُسکے اور شاہ کے درمیان زیلوچہ اور تکیہ ہی رہ گیا تھا شاہ نے گران خاطر ہوکر پوچھا کہ خر اور خراسانی کے درمیان کیا فرق ہے اُسنے کہا کہ زیلوچہ اور بالش - شاہ کمال تحمل سے پی گیا اور آتش یعنی کھانا منگوایا جو اکثر سونے اور چاندی کے برتنون مین تھا شاہ نے مولانا سے پوچھا کہ خراسان مین بھی ایسے تکلفات کی رسم ہے یا نہین کہا کہ اس قسم سے طبق اور کاسہ کے تکلفات تو نہین ہوتے مگر وہان کے کاسون مین آش زیادہ ہوتا ہے شاہ کو یہ باتین جو خوشامد سے نہین کہی گئین تھین

[1] غالیچہ ۱۲

پسند آئین اور اُسکو بعد عنایت و رعایت تمام رخصت فرمایا۔
حسب حال۔ خواجہ مجد الدین ہراتی جو اکبر بادشاہ کا ملازم تھا مجنون اور فرہاد کے حال مین کہتا ہے۔

مجنون بزبان حال دایم در دشت	لیلی گویان بگرد وادی میگشت
میگشت و ہمیشہ بر زبانش لیلی	لیلی میگفت تا زبانش میگشت

ولہ

پیوستہ بیاد لعل شیرین فرہاد	میکرد بتلخ کامی خود فریاد
جان داد و نیافت کام دل از شیرین	شیرین میگفت و جان بتلخی میداد

تمرۂ ہجو۔ قاسمی ہراتی نے مولانا ولی کی ہجو مین جو وارد ہرات ہوا تھا کہا تھا

بیچارہ ولی چو نقل ہر موزون کرد	از بہر ہوس غارت صد مضمون کرد
چون مہرہ حقہ باز ہر نکتہ کہ دید	در گوش نہاد و از دہن بیرون کرد

ولی کے معتقدون نے ایک رات راستہ روک کر اُسکو زخمی کیا مگر کچھ جان باقی تھی اسلیے بھاگ کر فراہ مین چلا گیا اور اُس ملک مین اُسکو روزگار ملگیا۔

مطایبہ۔ مولانا عبد العلی نجاتی خوش طبعان زمانہ سے تھا اور ہنسی دل لگی کے اچھے اچھے شعر کہتا تھا۔ چنانچہ

اے کاسۂ تو سیاہ و دیگ تو سفید	از آتش و آب ہر دو ببریدہ امید
آن شستہ نمیشود مگر از باران	وین گرم نمیشود مگر از خورشید

منہ

اے خواجہ کہ عمر تو فزون از شصت است	بر خوان تو ہرگز کسی نہ نشست است
نان تو مگر لشکر چنگیز خان ست	کانرا بہمہ عمر کسی نہ شکست است[1]

[1] یہ دونون رباعیان کسی بخیل کی ہجو مین ہین۔

خطابی یو کالت - جب کہ سلطان سنجر بہرام شاہ کو سزا دینے کیلئے غزنین کو روانہ ہوا تو بہرام شاہ مین اسکے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اسلیے امام محمد کو وکیل کرکے بھیجا اُسنے سلطان کے معسکر مین پہونچکر بعد آداب عرض کیا کہ بہرام نے اسی خاندان سے بادشاہی پائی ہے وہ زمین خدمت چومتا ہے اور کہتا ہے

ور پست کنی بنا خود افراشتۂ	گر آب دہی نہال خود کاشتۂ
از دست میفگنم چو بر داشتۂ	من بندہ ہمانم کہ تو پنداشتۂ

سلطان خوش ہوکر اپنے ارادے سے درگذرا۔

ہجا دلہ بادشاہ - امیر شمس الدین سبزواری رفعت قدر و شان مین تمام اکابر شہر بلکہ سب بزرگان خراسان پر فوقیت رکھتا تھا سبزوار کا قریب قریب چوتھا حصہ اُسکا خریدا ہوا تھا اور جب صاحب طبل و علم ہوا تو وہ ساری ولایت مع شش زاہکے اسکی جاگیر مین مقرر ہوگئی کیونکہ جب عبد اللہ خان والی توران ہرات پر غالب آیا تو سب اہل خراسان اسکے مطیع ہوگئے مگر شمس الدین علی نے اطاعت نہ کی خان نے اُسکی دلجوئی کے واسطے فرمان بھیجا اُسمین یہ بیت لکھی تھی۔

درخت دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد	نہال دوستی بنشان کہ کام دل ببار آرد

امیر نے بلا دمدمہ جواب مین اسی غزل کا یہ حسن مطلع لکھ بھیجا۔

کہ درد سرکشی جانا گران مستی خمار آرد	چو رندان خراباتی بعشرت باش تا زندان

عبد اللہ خان کو اسکی جرأت پسند آئی اور کچھ مزاحمت نہ کی جب یہ حال شاہ اسمعیل صفوی خسرو ایران نے سنا تو اسکو خطاب سلطان سے سرفراز کرکے ولایت سبزوار بخشدی۔

استغنائے شاعر - جب شیخ آذری ہند مین آیا تھا تو سلطان محمد جونہ نے

اول صحبت مین ہی پچاس ہزار دینار اُسکو عنایت کیے مگر جب سلطان کے وکیلون نے چاہا کہ وہ بھی مثل تمام لوگون کے جو رسم اس ولایت کی ہے تعظیم اور تواضع کرے تو اُسپر یہ خفت گران گذری اور وہ رقم واپس کرکے ایک قصیدہ مین اُسکا اظہار کیا-

من ترک ہند جیفہ جیپال گفتہ ام | با دیروت جوتہ بیک جو نمیخرم

حاضر جوابی- ایک دن امام قشیری ابوالمعالی کے گھر کی چھت پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ چنگ بجاتا اور اُسکے تارون کو ہلاتا ہے اُسنے کئی آدمیون کو لاکر گواہ کرلیا[1] اور دوسرے دن سلطان ملکشاہ کی مجلس مین اُس سے پوچھا کہ چنگ بجانا حرام ہے یا حلال- کہا حلال- پوچھا حلال کسطرح تو کہا کہ دو چنگ بجانے والون مین جھگڑا ہوا ایک نے تین طلاق کھاکر قسم کھائی کہ تونے غلط بجایا اُسنے بھی سوگند کھائی اور کہا کہ مین نے صحیح بجایا ہے دونو مفتی کے پاس گئے اگر مفتی غلط اور صحیح نہین جانے تو کیا حکم دے سلطان ہنسنے لگا اور یہ قضیہ اس لطیفہ پر ٹل گیا قشیری پھر کچھ نہ بول سکا-

مطایبہ- شلکی سلطان سنجر کے ندیمون مین تھا اور ہنسی مذاق کی باتون سے اسکا غم غلط کیا کرتا تھا جب کہ سلطان دوبارہ قوم غز سے شکست کھاکر آیا تو کہا-

بار دیگر از برائے جنگ غز | لشکر سلطان علم بفراختند
چون مجال تیر شان یک یک نبود | ہمچنان باکیش[2] مے انداختند

ہجو- صدر الدین خجندی اصفہان کے رئیسون مین سے تھا ظہیر اس سے

[1] کیونکہ یہ بات خلاف مذہب اہل اسلام تھی جس مین گانا بجانا منع ہے ۱۲ [2] تیر باکیش یعنی تیردان انداختن مراد بھاگ جانے سے ہے-۱۲

ملنے کو عراق مین آیا اور بلا اطلاع اسکی مجلس مین چلا گیا اُس نے جیسا کہ چاہیے تھا خاطر نہ کی اسلیئے ظہیر آزردہ ہوکر اُٹھا اور ایک قطعہ ہجو کا کہکر چلا گیا۔

بددعا کمال الدین اصفہانی دولتمند آدمی تھا اور ہمیشہ محتاجون کی مدد کیا کرتا تھا ایک دفعہ کچھ نالایق لوگون نے دعدہ کرکے اسکو چھیڑا تو اُسنے یہ چند اشعار کہے۔

اے خداوند ہفت سیارہ — فلکے را فرست خونخوارہ
تا درست را چو دشت کند — جوئے خون آورد زجو بارہ [۱]
عدد مردمان بیفزاید — ہر یکے را کند بصد پارہ

اسی عرصہ مین اوکتائی قاآن کے لشکر نے حملہ کرکے اصفہان کو ویران کردیا اور قتل عام کرکے کمال الدین کو بھی شربت شہادت پلا دیا اُس نے اُسوقت یہ رباعی کہی۔

دل خون شد و شرط جانگدازی اینست [۱] — در حضرت او کمینہ بازی اینست
با اینہمہ من ہیچ نمی یارم گفت — شاید کہ مگر بندہ نوازی اینست

قدر وقیمت خوشنویسی ۔ مولانا بابا اصفہانی خط نستعلیق بہت خوب لکھتا تھا ہزار بیت کی اجرت مین تومان جسکے ایک سو روپیہ ہوتے ہین لیتا تھا اور شعر بھی کبھی کبھی کہتا تھا۔

خلاصی سخن ۔ ابو القاسم امری علوم غریبہ مین عبور تام رکھتا تھا شاہ طہماسپ صفوی نے اُسکو باتہام تناسخ قید کرکے اندھا کردیا تب اُسنے یہ رباعی کہی۔

شاہا ز لباس نور عورم کردی — دزدے کہ خود بجور دورم کردی
سی سال کہ مدّاح تو بودم شب و روز — این جایزہ ام بود کہ کورم کردی

[۱] جوئے زرد آب یا نام خاص ندی جو اصفہان مین ہے اور یہ شعر یون بھی سنا گیا ہے۔ جان دادم و شرط جانگدازی اینست۔ در حضرت با کمینہ بازی اینست۔

صفوی مین سے تھا جب شاہ صفی نے اُسکو اندھا کیا تو اُس نے یہ رباعی کہی۔

آزردہ ز نا دیدن روی پدرم	ورنہ بخدا کہ این زمان شاہ ترم
قطع نظر از مردم چشم کردند	تا منت مردمان نباشد بسرم

مطابقت احکام رمل

مولانا محمد اردستانی اعجوبہ روزگار تھا علم نجوم رمل ہیئت اور ریاضی مین اُسکو پوری مہارت تھی ایک دن اُس سے مرزا الغ بیگ نے کہا کہ رمل کھینچکر میرے مافی الضمیر کی خبر دے کہا کہ حرم کی طرف کا کچھ خیال ہے مرزا نے پھر پوچھا تو کہا ایک بیگم کو تو شہزادی قتل کریگا اور دوسری کو جو بادشاہ ترکستان کی لڑکی ہے طلاق دیگا مرزا نے اُسکے طلاق دینے سے جو نہایت تعجب تھی استبعاد کیا چند روز بعد اُس نے ایک بیگم کو [illegible] اور خان ترکستان کی لڑکی سے اُسکی اتنی بگڑ گئی کہ طلاق دینا پڑی۔

ایضاً ۔ ایسے ہی ایک دفعہ مرزا نے خطا کی طرف ایلچی بھیجے تھے اُنکے آنے مین دیر ہوئی تو مولانا سے پوچھا وہ بولا بادشاہ کو ایلچیون کی فکر ہے اور وہ فلان وقت آئے ہین خان خطا نے اتنے شنقار[1] بھیجے ہین اُن مین اتنے زندہ اور اتنے مردہ ہین زندون کا رنگ ایسا ایسا ہے اور مردون کا ایسا چنانچہ جیسا اُس نے کہا ویسا ہی ظہور مین آیا۔

ایضاً ۔ روضۃ الصفا مین عبد الباری کے کہنے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ مین نے طاعون کے خوف سے مع خویشان و متعلقان و مردم دیگر کے سمرقند چھوڑ کر راستہ مین مولانا سے ملا تو بولا کہ تو خوف رکھتا ہے بھاگا ہوا معلوم ہوتا ہے تجھے تو کچھ ضرر نہ پہونچے گا مگر تیرے ہمراہیون مین سے اٹھارہ آدمی طاعون مین مرجاوینگے

[1] شنقار ۔ نام جانور شکاری از قسم باز و جرہ و چرغ وغیرہ۔

عرض بے موقع یوسفی جربادقانی شاہ عباس ماضی کے شاعرون مین تھا جب
شاہ نے شانی تکلو کو روپیہ مین تولا تو یوسفی نے بھی اُسی طمع سے ایک قصیدہ
نذر کیا بادشاہ نے فرمایا کہ ہم خزانہ مین تھے تب شانی تکلو نے قصیدہ سنایا تھا اور
اُسکو روپیون مین تولا گیا اب جو ہم طویلہ مین ہین تو کیا تجکو لید مین تولین -

دعا بے اثر مولانا حسن نے کاشانیون اور قزلباشون سے کہا کہ مین ایک ایسی دعا جانتا ہون
کہ جو پڑھون تو تم نہ بھاگو کاشان کے بیوقوف آدمی اسکے دھوکے مین آ گئے دلی ہیبات بیگ ولد
محمد خان ترکمان سے لڑنے کو گئے تھے قضا سے اُسکی دعا موثر نہوئی اور سات سو آدمی
جن مین چار سو سید تھے مارے گئے تاجی نے اپنے باپ کی ہجو مین کہا -

بابا کہ ہمیشہ ہرزہ کاری فن اوست ۔۔۔ جسمی کہ ز عقل و دین باشد تن اوست
برگردن اوست ہجو برگردن سر ۔۔۔ خون شہدا تمام درگردن اوست

ولہ

بابا تو ردا بگردن انداختہ ۔۔۔ دایم علم شید برافراختہ
مانند بنی اُمیہ بر منبر وعظ ۔۔۔ صد نقل دروغ بر نبی ساختہ

تنبیہ خود تصنیفی ماہر موسیقی صنعت تصنیف مین ہر طرح سے واقف تھا اُس نے
اپنے واسطے کہا ہے -

تصنیفی بہ بزم دوست محرم نشدی ۔۔۔ القصہ قبول اہل عالم نشدی
خوانندہ و شاعر و مصنف نقاش ۔۔۔ این جملہ شدی و لیک آدم نشدی

سخن بے غرض گلخنی شیدی کا تھا نجیہ بہت بے پروا بے تعلق اور بیباک تھا ایک دن
ابوالمغازی سلطان حسین مرزا بیماری سے ڈولی مین بیٹھا ہوا خیابان ہرات کی سیر کر رہا تھا
راستہ مین گلخنی ملگیا تو پوچھا کہ تو کیا کام رکھتے ہو کہا دو چلتے ہوئے پاؤن رکھتا ہون لیکن سیر
کرتا ہون مردہ کے موافق نہین ہون کہ لکڑی پر باندھا جاؤن مرزا غایت خوش طبعی سے ہنسی مین ٹال گیا

معارضہ شاعرانہ میر آشکی نے مرض موت میں اپنے دیوان میر حیدائی کو مرتب کرنے کے واسطے دیے تھے اُسکے مر جانے پر میر حیدائی نے جو اچھے دیکھے وہ تو اپنے نام پر کر لیے باقی پانی میں ڈال دیے طریقی ساوجی نے اِس بارہ میں کہا ہے۔

آشکی نامراد را کشتی	عقل حیران خون خفتہ اوست
بتو وا ماند چار دیوانش	شعر وا ماندہ تو گفتہ اوست

ظرافت ازبکان ایک وقت ازبک خراسان سے شاہ عباس سے ڈر کر بھاگے دربار سے گئے توالی بابا سلطان نام نے کہا۔

صد شکر کہ نسل ازبکان شد معدوم	از باطن فیض امام معصوم
گویند سگی ماند از ایشان باقی	باقی معلوم و قدر باقی معلوم

نادرہ شاعرانہ ۸۰۰ ہجری میں ملک ابراہیم غزنوی کو خبر ملی کہ شاہزادہ سلطان ملک شاہ کے پاس عراق جانے کی فکر کر رہا ہے ملک نے غیرت سے بیٹے کو قید کر دیا اور اسکے مصاحبوں کو بھی — از انجملہ مسعود سلمان کو قلعہ نائی میں بھیجا اُس نے کچھ عرصے بعد یہ رباعی لکھی اور کسی قصیدہ کے بیچ میں جڑ کر بھیجی گر کچھ جواب

در بند تو اے شاہ ملک شہ باید	تا بند تو پائے تاجداری ساید
آنکس کہ ز پشت سعد سلمان آید	گر زہر شود ملک ترا نگزاید

حسن طلب مولانا نظام الدین بائی شاعر ۹۱۲ھ میں مر گیا تو اُس کے لڑکے نے یہ رباعی کہکر ابوالغازی سلطان حسین مرزا سے قبر کے لیے پتھر مانگے۔

سرفراز انظام سحر کلام	داشت در جہان و دل محبت تو
از چہ رو ماندہ قبر او بے سنگ	تسلیم آمد از مروت تو
در زمان حیات چون نکشید	منت دیگران بد دولت تو
در تہ خاک نیز آن بہتر	کہ بود زیر بار منت تو

شاعر دزد — وفائی شاگرد غزالی اکثر اشعار حیرتی کا تتبع کیا کرتا تھا ایک دن اُس نے اپنا

شعر حیرتی کے آگے پڑھا اور کہا کہ یہ مضمون میرا ہے کیا خوب باندھا ہے حیرتی نے کہا کہ جو تم
پگڑی اچھی باندھے تو وہ بھی تیری ہو جائے۔

سوال و جواب شاہانہ کار کیلان احمد سلاطین گیلان سے تھا شاہ طہماسپ صفوی نے
سنہ ۹۴۳ھ میں اسکا ملک لیکر اسکو قلعہ قہقہہ میں قید کر دیا اُس نے وہاں سے یہ رباعی شاہ کو بھیجی

از گردش چرخ واژگون میگریم	وز جور زمانہ بین کہ چون میگریم
با قد خمیدہ چون صراحی شب و روز	در قہقہہ ام ولیک خون میگریم

شاہ نے بھی جواب میں اسکو یہ رباعی لکھی۔

آن روز کہ کار تو ہمہ قہقہہ بود	وز رای تو بر مملکت صد سہو بود
امروز درین قہقہہ با گریہ بساز	کان قہقہہ را نتیجہ این قہقہہ بود

لطیفہ درویش دہلی ایک دفعہ ہرات میں گیا سلطان حسین اسوقت باغ میں مجلس کر رہا تھا
درویش پانی کی موری میں سے پہونچا اور پوشیدہ کھڑا ہو گیا سلطان نے پوچھا تو کون ہے
کہا کہ پانی ہوں سلطان نے کہا کہ پانی تو بہتا رہتا ہے کہا کہ جو تمکو دیکھا تو یخ بن گیا۔

تنبیہ عالمانہ مولانا مراد قزوینی نے مولانا احمد جیلانی کی ہجو میں کہا جو اکثر مجلس میں فحش بکتا تھا

اے مولوی از کبر و نخوت گندہ	ہر کہ کند سلام بر تو بندہ
چندان حرکت مکن کہ از روی قیاس	معلوم شود کہ مردہ یا زندہ

لطیفہ۔ سگ لوند پالی قزوین سے ایک مسخرہ باشی شخص تھا اور مسخرے پن سے شاہ
عباس صفوی کی مجلس میں جانے لگا تھا ایک دن عیسی خان قورچی باشی اُس کے
دروازے پر سے گزرا اور اُسکے کمینہ سے پنچ گیا دروازہ کے ایک طرف کتا سو رہا تھا
عیسی خان نے پوچھا کہ یہ کتا کیا منصب رکھتا ہے کہا قورچی باشی ہے۔

۲۳ ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱۷	سوانح عمری۔ راؤ جیت سی بیکانیر با تصویر۔	۳ر
۱۸	” راؤ کلیان مل ”	۲ر
۱۹	کارنامہ نوآئین یعنی تقویم مؤید المورخین۔	۸ر
۲۰	لطائف ہندی اسم بامسمی	۳ر
۲۱	لطائف الظرفا۔	۲ر
۲۲	ترجمہ راج پرستی۔ تواریخ میواڑ۔	۵ر
۲۳	تواریخ سروہی۔ ملک راجواڑہ	عہ ر
۲۴	افتخار التواریخ۔ یعنی ترجمہ امیرنامہ باضافہ مضامین مفیدہ وحواشی بسیطہ حاوی۔	ے ر
۲۵	سوانح عمری امیر الدولہ امیر الملک نواب محمد امیر خان بہادر شمشیر جنگ بانی ریاست ٹونک ضخامت ۵۴۶ صفحہ	ے ر
۲۶	ہون ہار بالک حصہ اول ودوم۔	۲ر
	کتب ہندی	
۲۷	بھولول۔ مارواڑ مع لغت	۶ر

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۲۸	مہارانا اودے سنگھ مع تصویر	۴ر
۲۹	مہارانا پرتاب سنگھ	۴ر
۳۰	سوانح عمری۔ راؤ مالدیو رئیس اعظم مارواڑ مع تصویر۔	۱ر
۳۱	روٹھی رانی اور رانی بھٹیانی	۶ر
۳۲	سوانح عمری۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کلاں مارواڑ۔	۲ر
۳۳	مغل بنس۔	۲ر
۳۴	ہون ہار بالک سبھاگ	۸ر
۳۵	سوانح عمری سورداس جی	۴ر
۳۶	راجہ بیربر کا جیون چرتر و راجہ بھارت ... ہندی کلام وسوانح عمری	۶ر / ۱۲ر
	کتب مصنفہ منشی لچھمن لعل بہجت والد ماجد مؤلف	
۳۷		
۳۸	بھگت مال منظوم۔	عہ ۸ر
۳۹	دیوان بہجت۔	۸ر
	کتب مصنفہ منشی بشمبر پرشاد اختر خلف مرحوم مصنف	

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
[illegible]	تضمین بے بہا- اُستادون کے غزلون پر مخمس-	/۳
	متفرقات	
[illegible]	ڈکر استہادتین	/۵
[illegible]	سیر نادر حالات دربار دہلی ۱۹۰۹ مطبوعہ مطبع یوسفی	عہ/
[illegible]	صحیفۂ زرین آئین ہندوستان کے والیان ملک و مشاہیر عظام و خطاب یافتہ صاحبان کی سوانحعمری و تصویرین مندرج ہین یادگاری ایڈیشن جلد دو مجلد چیرمی و مطلا-	ونعات عے ربا
[illegible]	ایضاً پاپولر ایڈیشن مجلد پارچہ	ونعات ربا
[illegible]	تاریخ دربار تاجپوشی سنہ ۱۹۰۳ء کے دہلی دربار کے مفصل حالات ابتدائی جلسہ سے آخر تک درج ہین	ونعات ربا
[illegible]	تاریخ راج بلرامپور یہ ایک بہت بڑی ریاست اودھ کے ضلع گونڈہ مین واقع ہی اسمین اسکے مفصل حالات مندرج ہین مجلد-	للعہ روپیہ

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۴۷	مفصل تبت حالات ملک تبت کاغذ عمدہ چھاپہ نہایت نفیس جلد خوشنما-	بلا تصویرات عہ/ روپیہ
۴۸	تزک شاہنشاہی یعنے سوانحعمری ملک معظم ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند و انگلینڈ کے مفصل حالات ابتدا سے پیدائش سے زمانہ انتقال تک کاغذ گندہ-	عا روپیہ
۴۹	ایضاً حسب مراتب بالا کاغذ رسمی-	۱۲/ روپیہ
۵۰	ترجمہ تاریخ فرشتہ کامل دو جلدین-	للعہ روپیہ
۵۱	ارشاد الملوک ترجمہ اسپیچ لارڈ لینسڈون صاحب بہادر-	ے روپیہ
۵۲	ایضاً ترجمہ بزبان اُردو جلد اول اسپیچ لارڈ کرزن صاحب بہادر بالقابہ نواب گورنر جنرل کشور ہند-	عا روپیہ
۵۳	ایضاً جلد دوم-	عا روپیہ
۵۴	ایضاً جلد سوم-	۸/ روپیہ
۵۵	ترجمہ کارنامہ کالون صاحب مشتمل بر سہ حصہ-	عا روپیہ
۵۶	تاریخ بغاوت ہند مسمی بمحاربہ عظیم	عہ/ ۴ روپیہ